بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيمْ

# دلنشین گفتگو

(استغفار اور توبہ) رہبر معظم انقلاب

حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید علی الحسینی (دام ظلہ العالی)

کی خطبات

مترجم: آزاد حسین آزاد

استغفار اور توبہ (استغفار اور توبہ کے موضوع پر رہبر معظم انقلاب حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید علی الحسینی دام ظلہ العالی کے پانچ خطبات)
مترجم: آزاد حسین آزاد
پروف ریڈنگ: آزاد حسین آزاد
بہ کوشش: مدیریت زائرین غیر ایرانی آستان قدس رضوی
طبع اول: ۱۳۹۷ش، ۱۴۳۹ق، ۲۰۱۸ء
تعداد: ۵۰۰۰
ایمیل: iro@imamrezashrine.com
ویب سائٹ: www.imamrezashrine.aqr.ir

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں۔

## فہرست مطالب


پیش گفتار ............................... ۶

پہلا خطبہ :استغفار؛توبہ کا مقدمہ ............................... ۹
نماز جمعہ کا پہلا خطبہ۔ ۱۳-۰۵-۱۹۸۸ء (۲۶رمضان المبارک ۱۴۰۸)

دوسرا خطبہ : استغفار اور توبہ کے مختلف پہلو ............................... ۱۹
حکومتی افراد سے ملاقات : ۳۰-۱۰-۲۰۰۵ء (۲۷رمضان المبارک ۱۴۲۶)

تیسرا خطبہ : گناہ کے آثار ............................... ۳۷
نماز جمعہ کا پہلا خطبہ۔۱۷-۰۱-۱۹۷۷ء (۸ رمضان المبارک ۱۴۱۷)

چوتھا خطبہ : شب قدر، فرصتِ استغفار ............................... ۵۳
نماز جمعہ کا پہلا خطبہ۔ ۱۶-۰۱-۱۹۸۸ء (۱۷ رمضان المبارک۱۴۱۸)

پانچواں خطبہ : دعا ؛تذکر،توجہ اوراستغفار کا وسیلہ ............................... ۶۱
صدر ہاؤس کے ملازمین سے خطاب۲۸-۰۵-۱۹۸۷ء ( ۲۹ رمضان المبارک۱۴۰۷)

علمی مقابلہ ............................... ۷۸

# پیش گفتار

عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ الْهَرَوِيِّ عَنِ الرِّضَا علیه السلام ۔
قَالَ : رَحِمَ اللَّهُ عَبْداً أَحْيَا أَمْرَنَا۔
قُلْتُ: كَيْفَ يُحْيِي أَمْرَكُمْ؟ قَالَ :"يَتَعَلَّمُ عُلُومَنَا وَ يُعَلِّمُهَا النَّاسَ فَإِنَّ النَّاسَ لَوْ عَلِمُوا مَحَاسِنَ كَلَامِنَا لَاتَّبَعُونَا".

جناب عبدالسّلام بن صالح ہرویؒ (اباصلتؒ) روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت امام رضا علیہ السّلام کے محضر مبارک میں تھا، تب حضرتؑ نے ارشاد فرمایا:
"خداوند عالم اس شخص پر رحم فرمائے جو ہمارے امر (مکتب اہلِ بیتؑ اور تشیّع) کو زندہ کرتا ہے"۔ راوی کہتے ہیں: میں نے پوچھا: (مولاؑ) وہ آپؑ کا امر کیسے زندہ کرے؟
امامؑ نے فرمایا: "وہ ہمارے علوم و معارف کو سیکھے اور دوسرے لوگوں کو سکھائے؛ کیونکہ اگر وہ لوگ ہمارے کلام کی خوبصورتی کو جان لیں تو ضرور ہماری پیروی کریں گے۔"

خداوند بزرگ و برتر کے ہم انسانوں پر الطاف میں سے ایک لطف یہ ہے کہ اُس نے ہمارے درمیان ائمہ معصومین علیہم السلام کو قرار دیا ہے تاکہ ان معصوم ہستیوںؑ کی

زندگی کا مطالعہ کرنے کے ساتھ ہم معنوی و الٰہی زندگی گزارنے کا طریقہ سیکھیں اور اُن کی مفید فرمائشات پر عمل کرکے ابدی سعادت کا سامان کر سکیں۔

سر زمین مشہد مقدس بہشت کا وہ ٹکڑا ہے جس نے رسول خداﷺ کے فرزند اور آسمانِ ولایت کے دسویں اور تاجدارِ امامت کے آٹھویں درخشاں ستارے کو اپنے دامن میں جگہ دی ہے اور ہر سال ایرانِ اسلامی اور دنیا بھر سے لاکھوں عقیدت مند زائرین اس ملکوتی بارگاہ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں تاکہ اپنے تشنہ لب نفوس کو معارف اہل بیت علیہم السلام کے زُلال و خالص چشمے سے سیراب کریں۔

اس مقدّس بارگاہ "آستان قدس رضوی" کے خدمت گزاروں میں سے ہر ایک فرد کسی نہ کسی طرح سے حضرت امام رضا علیہ السلام کے زائرین گرامی کی خدمت میں مشغول ہے تاکہ وہ اطمینانِ خاطر اور آسودگی کے ساتھ زیارت کے فریضے کو انجام دے سکیں اور اس آسمانی و نورانی بارگاہ سے مکمل طور پر بہرہ مند ہو سکیں۔ اسی سلسلے میں آستان قدس رضوی کے ادارے "مدیریت زائرینِ غیرِ ایرانی" نے بھی ہمیشہ کوشش کی ہے کہ مختلف انداز سے اہلِ بیت علیہم السلام، بالخصوص حضرت امام رضا علیہ السلام کی راہ و روش اور سیرت و زندگی کو اس مکتب کے دوستوں اور چاہنے والوں کی خدمت میں پیش کرے۔

مدیریت زائرینِ غیرِایرانی کی جانب سے انقلاب اسلامی کے رہبرِ فرزانہ حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید علی الحسینی خامنہ ای (مدّظلہ العالی) کی فرمائشات کو عملی جامہ پہنانے، آستان قدس رضوی کے محترم مُتولّی کے اوامر کو بجا لانے، آستان قدس رضوی کے بیس سالہ نصب العین کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے اور غیرِ ایرانی زائرین کی بصیرت افزائی اور معنوی رُشد و ارتقاء کی ضرورتوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اسلامی فرہنگ و ثقافت اور تمدّن کو فروغ دینے کی غرض سے تمام اقدامات کیے گئے ہیں۔

حضرت امام رضا علیہ السّلام کے غیرایرانی زائرین کی خدمت کرنے کے سلسلے میں اس ادارے کی بین الاقوامی سطح پر کی جانے والی کوششوں کے کچھ نمونے درج ذیل ہیں:

مخصوص ثقافتی پروگراموں کا انعقاد، حلقہ ہائے معرفت، تخصّصی ومہارتی اجلاس،

علمی سیمینارز، تعلیمی کلاسز اور ورکشاپس، علمی و ثقافتی مقابلہ جات، شب ہائے شعر، مشرف بہ اسلام ہونے کے مراسم، مہارت سیکھانے اور فکری ہم آہنگی کے لیے جلسات کا انعقاد، خطوط کے جوابات، دنیا بھر کے گوشے گوشے میں کتابوں اور ثقافتی پروڈیکٹس کی ترسیل، شرعی اور اعتقادی سوالات کی جوابدہی، انٹرنیٹ کے ذریعے رضوی ٹاک پر بحث و مذاکرہ اور خالص اسلامی معارف کا دنیا کی مختلف رائج اور زندہ زبانوں میں تالیف و ترجمہ کرکے شائع کرنا۔

عصر حاضر میں اسلام کی آواز دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ رہی ہے تاکہ وہ دُور دراز کے پس ماندہ اور اپنی اصل کو فراموش کر دینے والے انسانوں کو اُن کی حقیقت کی طرف پلٹائے۔ ساری دنیا میں اسلام طلب اور حق کے متلاشی دلوں کا بلند اور انسان ساز معارف کی طرف رجحان بڑی تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے۔ اُمید ہے کہ عصر حاضر میں اس کتاب کا مطالعہ حق کی جستجو کرنے والوں کے لیے مفید واقع ہوگا، نیز اہل بیت عصمت و طہارت علیہم السلام کے زائرین اور چاہنے والوں کی معرفت بڑھانے میں مؤثر اقدام قرار پائے گا اور پروردگار عالم کی رضایت حاصل کرنے کا سبب بنے گا۔

﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَ مَتِّعْنِی بِهُدًی صَالِحٍ لَا اَسْتَبْدِلُ بِهِ وَ طَرِیقَةِ حَقٍّ لا اَزِیغُعَنْها وَ نِیَّةِ رُشْدٍ لَااَشُكُّ فِیهَا وَ عَمِّرْنِی مَا کَانَ عُمْرِی بَذْلَةً فِی طَاعَتِكَ﴾

پروردگارا! محمد و آل محمد علیہم السلام پر درود و سلام بھیج اور مجھے ہدایت کے ایسے شائستہ راستے کی راہنمائی فرما کہ میں اس کے علاوہ کسی اور راستے کی خواہش نہ کروں اور مجھے ایسے حق کے راستے کی راہنمائی فرما کہ میں اس سے (باطل کی طرف) رُخ نہ پھیروں اور مجھے ایسی کامل نیت عطا فرما کہ میں اس میں (کسی قسم کا) شک نہ کروں اور مجھے ایسی طولانی عمر عنایت فرما کہ جسے میں تیری اطاعت و بندگی میں صرف کروں۔

مدیریتِ زائرین غیر ایرانی آستان قدس رضوی

# پہلا خطبہ :استغفار؛توبہ کا مقدمہ

نماز جمعہ کا پہلا خطبہ۔ ۱۳-۰۵-۱۹۸۸ء
(۲۶رمضان المبارک ۱۴۰۸ )

بِسمِ الله الرَّحمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد للّه ربّ العالمين، نحمده ونستعينه ونستهديه ونستغفره ونؤمن به ونتوكّل عليه ونصلّي على حبيبه ونجيبه وخيرته من خلقه حافظ سرّه ومبلّغ رسالاته، بشير رحمته ونذير نقمته سيّدنا ونبيّنا أبي القاسم محمّد وعلى آله الأطيبين الأطهرين المنتجبين الهداة المهديّين المعصومين سيّما بقيّة اللّه في الأرضين وصلّ على أئمّة المسلمين وحماة المستضعفين وهداة المؤمنين. قال اللّه الحكيم في كتابه:

< وقُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لاَ تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا> [١]

میں اپنے تمام نماز گزار بہن بھائیوں کو ذکر خدا، رعایت تقویٰ، خدا کی طرف توجہ کرنے، استغفار، توبہ اور دعا کرنے، نیک اور اچھے اعمال کا استقبال کرنے نیز برائیوں سے پشیمان اور شرمندہ ہونے کی دعوت دیتا ہوں۔ ماہ مبارک رمضان کا آخری جمعہ ہے کہ جو مؤمن ، آگاہ اور بیدار دل نمازیوں کے لئے ایک قابل قدر فرصت ہے۔

١ - سورہ مبارکہ زمر، آیہ ٥٣ - ”پیغمبر آپ پیغام پہنچا دیجئے کہ میرے بندو ! جنھوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی ہے رحمت خدا سے مایوس نہ ہونا اللہ تمام گناہوں کا معاف کرنے اور وہ یقیناً بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔“

میں چاہتا ہوں، اس میں ایک ایسے موضوع پر بطور مختصر گفتگو کروں جو ماہ مبارک رمضان کے مناسب ہو اور میرے اور آپ دوستوں کے نفس کے لئے نصیحت ہو؛ وہ گفتگو استغفار سے متعلق ہے۔
ماہِ رمضان المبارک استغفار کے لئے ایک فرصت اور موقع ہے جبکہ وہ ختم ہونے کو ہے؛ اگر یہ تھوڑے سے باقی ماندہ ایام بھی گزر جائیں اور ہم اپنے گناہوں اور خطاؤں کی بخشش کے لئے مغفرت اور رحمت الٰہی کو جذب نہ کر سکیں تو یقیناً گھاٹے میں ہیں۔ حقیقی خسارے میں وہ شخص ہے جو ماہِ رمضان میں رحمتِ خدا سے محروم رہے۔
رحمتِ الٰہی کو جذب کرنے کا ایک راستہ استغفار ہے؛ استغفار یعنی خداوند متعال سے بخشش اور مغفرت طلب کرنا۔ اس کے بارے میں قرآن نے متعدد آیات میں تاکید کی ہے؛ ہم سے مطالبہ کیا ہے کہ ہم اپنے گناہوں سے توبہ کریں۔ کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو گناہ گار نہ ہو، البتہ ہم جیسے معمولی افراد کا گناہ اولیا و مقربین کے گناہ سے فرق کرتا ہے۔ امیرالمؤمنین علیہ السلام بھی طلب مغفرت کرتے ہیں، لیکن ان کا استغفار کرنا ایسے کاموں کی وجہ سے نہیں ہے جیسے ہم کرتے ہیں، وہ کسی دوسری چیز سے استغفار کرتے ہیں۔ ہم عام لوگ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اشتباہات سرانجام دیتے ہیں، ہم مخالفت کرتے ہیں ہم گناہ اور خدا کی نافرمانی کے مرتکب ہوتے ہیں، لہٰذا ضروری ہے کہ ہم استغفار کریں۔ میں اس خطبے میں اس مسئلے کے بارے میں کچھ منٹوں پر مشتمل مختصر سی نصیحت کرتا ہوں۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہم نے ائمہ علیہم السّلام سے جو دعائیں دریافت کی ہیں، ان کا ایک اہم ترین حصہ استغفار پر مشتمل ہے؛ یہ چیز استغفار کی اہمیت کا پتہ دیتی ہے۔ یہی دعا کمیل جو آپ ہر شب جمعہ کو پڑھتے ہیں، ان بہترین دعاؤں میں سے ایک ہے جو ائمہ علیھم السلام سے نقل ہوئی ہیں۔
جب آپ نگاہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اول سے آخر تک مختلف کلمات کے ذریعے استغفار ہے، طلب بخشش ہے ، طلب مغفرت ہے۔ آپ دعا کی ابتدا میں

خداوند متعال کو دس چیزوں کی قسم دیتے ہیں: اس کی رحمت کی، اس کی قوت کی، اس کے جبروت کی، اس کی عزت کی، اس کے نور کی؛ آپ خدا کو اس کی دس ربوبی صفات کی قسم دیتے ہیں اس تضرع و گریہ زاری اور انتہائی لطیف و پاکیزہ آواز کے ساتھ کہ جو امام علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ آپ یہ دس طرح کی قسمیں دینے کے بعد خدا کی بارگاہ میں التجا کرتے ہیں کہ وہ آپ کے پانچ گناہ معاف کردے۔

«اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیَ الذُّنُوبَ الَّتِی تَھْتِکُ الْعِصَمَ» ، ایسے گناہ کہ جو عصمتِ انسان کے پردے چاک کر دیتے ہیں، ایسے گناہ کہ جو نعمتوں کو تبدیل کردیتے ہیں۔ خدا نے انسان کو ایک نعمت عطا کی ہے، بعض گناہ ایسے ہیں کہ جو باعث بنتے ہیں کہ یہ نعمت تبدیل ہو جائے؛ ایسے گناہ کہ جو باعث بنتے ہیں کہ مصیبت نازل ہو، ایسے گناہ کہ جو موجب بنتے ہیں کہ انسان کی دعا قبول نہ ہو۔

دیکھیں؛ ممکن ہے کہ ہم سے بہت سی ایسی غلطیاں اور خطائیں سرزد ہوئی ہوں جو ہمارے لئے نقصان دہ اور خطرناک آثار کا باعث ہوں۔ خوب؛ ہمیں اللہ تعالی کی بارگاہ میں التجا کرنی چاہیے کہ وہ ہمیں معاف کردے۔ اسی طرح جب آپ دعائے ابوحمزہ ثمالی اور بہت سی دوسری دعاؤں پر نگاہ ڈالیں گے تو دیکھیں گے کہ ان دعاؤں کا اکثر و بیشتر حصہ پروردگار سے مغفرت طلب کرنے پر مشتمل ہے۔ میں نے قرآن کریم پر ایک اجمالی اور سرسری نگاہ ڈالی تو مجھے معلوم ہوا کہ انبیا کی اپنی قوم سے گفت و گو میں اکثر یہ جملہ ملتا ہے: ﴿وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ﴾۔ استغفار کریں؛ تاکہ یہ استغفار اور طلب مغفرت آپ کی سعادت کے راستے کھولے۔ پہلا قدم استغفار ہے۔ طلب مغفرت اس کا باعث ہے کہ انسان توبہ کرسکے۔ چنانچہ توبہ، صرف طلب مغفرت نہیں؛ توبہ غلط راستے سے لوٹنا ہے۔ اس لوٹنے کا پہلا قدم یہ ہے کہ انسان خداوند سے طلبِ مغفرت کرے۔ میں نے دیکھا ہے کہ جو کچھ آیاتِ قرآن اور روایات میں وارد ہوا ہے، ان کی بنا پر طلب مغفرت اس کا سبب بنتی ہے کہ معاشرے اور انسان کی زندگی کی مشکلات حل ہوں۔ اگر ایک ایسا معاشرہ جو اپنے گناہوں کی طرف متوجہ ہو، ان گناہوں اور خطاؤں سے غافل نہ ہو جنھیں وہ انجام دیتا ہے، اس کے درپے ہو کہ ان کا ازالہ کرے اور

خدائے متعال سے طلب مغفرت کرے تو اس معاشرے پر برکات الٰہی نازل ہوں گی کہ اس کا تذکرہ متعدد آیات میں ہے ہوا ہے؛ سورہ ہود کی دو تین آیتوں میں، سورہ نوح میں اور بہت سی دوسری آیات میں﴿وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَتَاعًا حَسَنًا﴾[۱] استغفار کریں،خدا کی طرف لوٹ آئیں تا کہ خدا آپ کی زندگی کو آپ کا مطلوب اور نیک فائدہ عطا کرے، یا ایک اور آیت میں ارشاد ہے: ﴿وَيَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ﴾[۲] استغفار کی وجہ سے آپ پر آسمانی برکتیں نازل ہوں اور آپ جو کچھ ہیں،استغفار کی برکت سے قدرت مند ہو جائیں۔ یا ایک اور آیت میں ہے: ﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا. يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا. وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا﴾[۳] اس کے مقابلے میں گناہ باعث بنتے ہیں کہ معاشرے کی اجتماعی زندگی تباہ و برباد ہو جائے۔ بہت سے معاشرے جو رفاہ حال، آسائش، قدرت اور عزت سے زندگی بسر کرتے ہیں، گناہ نے انھیں ذلیل و خوار کردیتا ہے، انھیں ان سہولیات سے محروم کردیا ہے جو خدا نے ان کے اختیار میں دے رکھی تھیں۔

قرآن کی متعدد آیات میں یہ مطلب موجود ہے کہ ﴿فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ۔﴾[۴] خدا نے ایک معاشرے کوگناہ کی وجہ سے گرفتار کیا اور اسے عذاب سے دچار کیا۔

یہ معارفِ اسلامی کی ایک یقینی معرفت ہے کہ اگر ہم دین کے اس نکتے کی طرف توجہ نہ کریں تو ہمارا کام خراب ہے۔ ہمیں جاننا چاہیے کہ جب انسان غفلت کی وجہ سے، شہوت کی وجہ سے، حماقت کی وجہ سے گناہ، اشتباہ اور خطا سے دچار ہوتا ہے تو ہر حال میں وہ اس کی سزا بھگتے گا۔ اس کا واحد علاج یہی ہے کہ وہ متوجہ ہو، اپنی غلطی کو تلاش کرے اور اپنی اس خطا سے خدا کی بارگاہ کی طرف لوٹ آئے، توبہ کرے اور خدا سے

---

۱۔سورہ ہود، آیہ ۳

۲۔سورہ ہود ، آیہ ۵۲

۳۔سورہ نوح، آیہ۱۰، ۱۱، ۱۲۔"اور کہا کہ اور اپنے پرور دگار سے استغفار کرو کہ وہ زیادہ بخشنے والا ہے۔وہ تم پر موسلادھار پانی برسائے گا۔اور اموال اولاد کے ذریعے تمھاری مدد کرے گااور تمھارے لئے باغات اور نہریں قرار دے گا۔"

۴۔سورہ آل عمران، آیہ۱۱ ؛ سورہ انفال، آیہ ۵۲؛ سورہ غافر، آیہ۲۱

طلب مغفرت کرے؛ خود طلب مغفرت آگاہی کا موجب ہے۔ جب ہمیں کہتے ہیں کہ ہمیشہ استغفار کرنا ضروری ہے، اس کا مطلب کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ہمیشہ گناہ اور لغزش کے خطرے سے دچار ہیں۔ اگر کوئی گناہ نہیں ہے تو پھر استغفار کس لئے؟ جب کہتے ہیں کہ ہر روز خطرے سے دچار ہیں، اس جملے کی حقیقت بھی یہی ہے کہ ہم گناہوں کے خطرے سے دچار ہیں۔

ایک ملت کے لئے جو چیز دردناک ہے، وہ یہ ہے کہ اس کا گناہ باعث بنے کہ اس سے لطفِ الہی اور نظرِ رحمتِ خدا پھر جائے۔ یہاں پر مسئلہ ایک شخص کا مسئلہ نہیں ہے، البتہ ایک شخص کا مسئلہ بھی کوئی چھوٹی چیز نہیں ہے، بہت اہم ہے۔ انسان کی تمام کوششیں عاقبت بخیر ہونے کے لئے ہیں، سعادت کے لئے ہیں؛ اگر وہ ہاتھ سے نکل جائے تو اس سے بڑا نقصان کوئی نہیں ہے۔ لیکن ایک مرتبہ یہ ہے کہ مسئلہ اس سے بھی اہم تر ہے۔ بعض اوقات ایک معاشرے کے افراد غفلت کی وجہ سے،گناہ کی وجہ سے، تکبر کی وجہ سے ، متوجہ نہ ہونے کی وجہ سے باعث بنتے ہیں کہ نظرِ لطف ورحمتِ پروردگار اس معاشرے سے اٹھ جاتی ہے۔ یہ ایسی چیز ہے کہ جو تاریخ میں بھی موجود ہے اور قرآن کی آیات میں بھی اس کی نشانیاں پائی جاتی ہیں کہ بعض لوگوں نے اپنے گناہوں کی وجہ سے معاشرے کو بدبخت اور ذلیل و رسوا کیا ہے۔ روایات میں بھی ہے۔ اب اگر میں اس بحث میں وارد ہونا چاہوں اور اس اس کی مثالیں ذکر کروں کہ جو مجھے اب بھی بہت سی یاد ہیں،گفت و گو بہت لمبی ہو جائے گی جو نماز جمعہ کے خطبہ کے مناسب نہیں ہے، خاص کرکے آج کے دن کہ آپ نے جلوس نکالا ہے اور تھکے ہوئے ہیں۔ لیکن ضروری ہے کہ عوام کو تفصیل بتائی جائے، دینی علما، خطبا اور مقررین، ماہِ رمضان و غیر ماہ رمضان میں لوگوں کو سمجھائیں کہ ہم جن گناہوں کو انجام دیتے ہیں، ان سے غفلت کرنے کا کتنا بڑا نقصان ہے اور کس طرح ممکن ہے کہ ایک ملت کی تقدیر پلٹ جائے۔ گناہوں میں سے بدترین گناہ وہ ہے کہ جس کے نقصان اور خسارے کی بازگشت صرف خود انسان کی طرف نہ ہو۔

میں آپ عزیز بھائی بہنوں، پوری ملت، خاص کر ان افراد کو کہ جو اس عظیم ملت

کی چھوٹی یا بڑی اجتماعی ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے ہیں، نصیحت کرنا چاہتا ہوں، ہمیں توجہ کرنی چاہیے کہ اس ملت پر خدا کی نعمت، رحمت اور شفقت۔ جو در حقیقت ایک عظیم تاریخی معجزہ ہے کہ جو رونما ہوا ہے۔ اس صورت میں جاری و ساری رہے گا کہ ہم خداوند متعال سے اپنے گناہوں اور اپنی غلطیوں کی معافی مانگیں اور انھیں دوبارہ انجام نہ دیں: ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوْبَ الَّتِي تُغَيِّرُ النِّعَمَ﴾[۱]۔

جو نعمت میرے یا کسی میرے جیسے کے گناہ کی وجہ سے تبدیل ہو جائے، اگر وہ مسلمانوں کی عزت، عظمت، کامیابی، اور نصرت کی نعمت ہو تو یہ بہت بڑا نقصان ہے۔ بعض اوقات بعض گناہوں کے نقصانات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ غیبت کرنا ہمیشہ بری چیز ہے، لیکن جب معاشرے کو محبت، رأفت، خلوص، وحدت اور ہم دلی کی ضرورت ہو تو اس وقت غیبت کرنا گناہ کبیرہ ہے، کیوں کہ یہ لوگوں کو ایک دوسرے سے دور کرتی ہے۔ تہمت لگانا ایک بڑا گناہ ہے، لیکن جس وقت معاشرے کی ضرورت ہو کہ روشن اور مجسم اقدار ہر فرد کے دل اور روح میں جاگزین ہوں، وہ ان کی ترویج کرے اور کوشش کرے کہ گناہ جڑ سے ختم ہو جائے تو اس وقت تہمت کہ جو اسلام کی نگاہ میں منفی و مردود صفات اور منفی اقدار کا نتیجہ ہے، ایک بہت بڑا اور دگنا گناہ ہے۔

جھوٹ بولنا ہمیشہ گناہ کبیرہ ہے، لیکن جب معاشرے کی ضرورت ہو کہ وہ اصلی حقیقت کا ادراک کرے اور لوگوں کی تقدیر سے عوام کی آگاہی بنیادی اور تعمیری اہمیت کی حامل ہو؛ اس وقت جھوٹ کہ جو حقیقت کو تبدیل کرنے کے معنی میں ہے اور شاید اسی وجہ سے یہ گناہ کبیرہ میں سے ایک ہے؛ اِس کا گناہ دو برابر ہے۔

معاشرے میں کم کاری وکام چوری اور درست کام نہ کرنا غلط ہے، لیکن جس وقت معاشرے کو مختلف میدانوں میں کام کاج کی ضرورت ہو جیسے تاجر کے کام کی، کاری گر کے کام کی، عالم دین کی خدمات کی، فوجی کے کام کی، اساتذہ اور شاگردوں کی علمی خدمات کی اور دہقانوں کے کام کاج کی ضرورت ہو، تا کہ اپنے آپ کو اس اہم ترین موڑ

۱۱۔مفاتیح الجنان، دعاے کمیل، خداوندا! ہمارے ان گناہوں کو بخش دے جو نعمتوں کو تبدیل کر دیتے ہیں۔

سے گزار سکیں، اس وقت بے کاری، کام چوری، سستی و کاہلی اور کام سے فرار اختیار کرنا ایک بہت بڑا اور دگنا گناہ ہے۔

افراد پر ظلم کرنا، ان کے مالی حق، آبرو و ناموس کے حق اور ان کے معاشرتی حق کو اہمیت نہ دینا، ہمیشہ گناہ ہے، لیکن جس وقت اسلامی معاشرہ عدلِ قرآنی کا پرچم بلند کرتے ہوئے چاہتا ہے کہ جو کچھ قرآن اور اسلام میں ہے، وہ دنیا کے سامنے اس کا نمونہ پیش کرے، اگر اس وقت ظلم انجام پائے، خواہ قضاوت اور عدلیہ کے میدان میں ہو، خواہ کسی ادارے میں ہو، خواہ معاشرے کے عام افراد کے درمیان باہمی رابطے میں ہو، دو ہمسائے، ایک ہی پیشہ سے منسلک دو افراد اور دوست ایک دوسرے کے ساتھ ظلم کریں، ایک دوسرے کو برا بھلا کہیں، ایک دوسرے کا حق ضائع کریں، یہ ہمیشہ قابلِ مذمت ہے؛ لیکن جس وقت ہم چاہتے ہیں کہ اپنے معاشرے میں عدلِ علی کا نمونہ پیش کریں، یہ ایک بزرگ تر اور دو برابر گناہ ہے، کسی حال میں بھی ایسے گناہ سے چشم پوشی کرنا جائز نہیں ہے۔

اب کب کہہ سکتے ہیں کہ ہم ایسے گناہوں سے مبرّا ہیں؟ کب کہہ سکتے ہیں کہ ہم جھوٹ، غیبت، تہمت، کام چوری، ظلم اوردوسرے کے حقوق پر تجاوز کرنے میں آلودہ نہیں ہیں؟ البتہ میں جو ملک کا مسئول اور ذمہ دار ہوں، آئین کے مطابق میرے کاندھوں پر ایک اہم ذمہ داری ہے، اگر میں ان کاموں کا ارتکاب کروں جو بیان کیے ہیں تو اس کی سنگینی، اس کا نقصان اور اس کا گناہ ایک عام آدمی کی نسبت مجھے بیشتر ہوگا۔ اگر میں کوئی ایسا غلط کام انجام دوں تو میں آپ کی نسبت زیادہ گناہ گار ہوں۔ تمام لوگ اسی طرح سے ہیں، آج ان کا کام اور ان کا گناہ خطرناک تر اثرات کا حامل ہے اُن حالات کی نسبت کہ جب معاشرہ اسلامی نہ ہو، یہ وحدت ضروری نہ ہو، اسلام کے لئے یہ نمونہ نہ ہو۔

ہمیں گناہ کے مقابلے میں حسّاس ہونا چاہیے، بھائیو اور بہنو! ہم گناہ سے غفلت نہ کریں، دوسروں کے گناہوں کی طرف توجہ کریں۔ آج ہمارا سب سے بڑا کام اور درس یہی ہے۔ میدان جہاد میں حاضر ہونے کے لئے ہمیں اس توجہ اور حسّاسیت کی احتیاج

ہے۔ اگر یہ نہ ہوتو ہم میدان جہاد میں شکست کھا جائیں گے۔ اگر یہ نہ ہو تو ہمارے پاس دشمن کا مقابلہ کرنے کی جرأت اور دل نہیں ہوگا۔ اگر یہ ہمت نہ ہو تو اسلامی حیات کو جاری رکھنا غیر ممکن ہوجائے گا۔ یہ احساس یعنی جو گناہ ہم سے سرزد ہوتے ہیں، ان کے مقابلے میں حساس ہونا اور اس طرف توجہ دینا کہ جو کام میں نے انجام دیا ہے، یہ بات جو میں نے کی ہے، غلط ہے، ظلم ہے، ایک مسلمان کے ساتھ نا انصافی ہے یا حدود الٰہی سے تجاوز ہے۔ اسلامی عرف میں خود اس توجہ اور اس حساسیت کا نام تقوا ہے۔ توجہ کرنا، حساس ہونا اور اس حساسیت کے نتیجے میں اجتناب کرنااور پرہیز کرنا ہی تقوا ہے۔

دیکھیں ، ہر ہفتے ائمہ جمعہ کی طرف سے مسلمانوں کو تقوا کا حکم ہونا چاہیے؛ اسلامی معاشرے کے اندر ایسی روح کا ہونا بہت اہم ہے، یہ اس کے آثار کی وجہ سے ہے، کیوں کہ معاشرے کے اندر تقوا کے نہ ہونے کے بہت اہم اثرات ہیں۔ اگر معاشرے کے اندر تقوا نہ ہو، تقوا کے اعتبار سے لوگوں کی حالت پتلی ہو اور تقوا ختم ہو جائے تو اسلامی حیات کو جاری و ساری رکھنا ناممکن ہے، یہ اس قدر اہم ہے۔ اگر ہم اپنے اندر روح استغفار کو زندہ کریں تو طلب مغفرت کرنے سے کافی حد تک ازالہ ہو سکتا ہے۔ میں ایک روایت بیان کرتا ہوں اور اپنے عرائض ختم کرتا ہوں۔ نہج البلاغہ میں امیر المؤمنین علیہ السلام کا قول ہے کہ آپ نے فرمایا: ﴿کانَ فِی الْاَرضِ اَمَانَانِ مِنْ عَذَابِ اللہ﴾[1] خداوند نے عذاب الٰہی سے بچانے کے لئے زمین پر دو وسیلے قرار دیے تھے، وَقَد رُفِعَ اَحَدہمَا دُوْنَ الاٰخَرِفَتَمَسَّکُوْا بِہ ان میں سے ایک لوگوں کے ہاتھ سے نکل گیا ہے،دوسرے کے بارے میں محتاط رہیں، اسے ہاتھ سے نہ جانے دیں، اس سے متمسک رہیں۔ ﴿اَمَّاالْاَمَانُ الَّذِی رُفِعَ فہوَ وَ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ﴾۔ جب تک امن و امان کا یہ وسیلہ موجود رہا، لوگوں پر عذاب نازل نہیں ہوتا تھا، جو وسیلہ لوگوں کے ہاتھ سے نکل گیا ہے وہ رسول خداؐ کا وجود مقدس تھا؛ جو وسیلہ باقی رہا، وہ یہ ہے: ﴿وَاَمَّاالْاَمَانُ الْبَاقِی فَالْاِسْتِغْفَارُ﴾ جو باقی ہے، وہ استغفار ہے۔ اس کے بعد امیر المؤمنین علیہ السلام اس آیت

۱۔ نہج البلاغہ، صبحی صالح، حکمت ۸۸

سے تمسک کرتے ہیں کہ قال اللہ تعالیٰ: ﴿ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴾[۱] مالک کائنات نے فرمایا ہے کہ خدا اس وقت تک ان پر عذاب نہیں کر سکتا ہے جب تک آپ موجود ہیں اور اسی طرح اس وقت تک عذاب کرنے والا نہیں ہے جب تک وہ استغفار کر رہے ہیں۔

ملت اسلامیہ نے مختلف ادوار میں استغفار سے کام نہیں لیا تو بہت بڑے عذاب میں گرفتار ہوتی رہی، ہم اپنے گناہوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ ہم ایران اور بہت سے دیگر اسلامی ممالک میں ذلت وخواری سے دچار ہوئے، اغیار کے تسلط میں رہے، اموال برباد کئے گئے اور کاروانِ بشر سے پیچھے رہے؛ یہ ان گناہوں کا اثر ہے کہ جن کی طرف ہم نے توجہ نہیں دی اور ان سے توبہ نہیں کی۔ آج ہمیں اپنے لئے امان کے اس وسیلے کو محفوظ کرنا چاہیے۔ صرف زبان سے ﴿اَسْتَغْفِرُاللهُ﴾ کہہ دینا کافی نہیں ہے، ﴿اَسْتَغْفِرُاللهُ﴾ یعنی میں خدا سے طلب مغفرت کرتا ہوں ﴿وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ﴾ یعنی اس کی طرف لوٹتا ہوں۔ ہمیں اس کی طرف لوٹنا چاہیے۔ بنیادی ترین شرط یہی ہے کہ جو میں نے بیان کی ہے۔ ہمیں ان گناہوں کی طرف متوجہ ہونا چاہیے جو ہم سے انجام پاتے ہیں، ہماری مشکل یہی ہے، ہم ان گناہوں سے غافل ہو جاتے ہیں، جو ہم سے سرزد ہوتے ہیں۔ بعض اوقات کوئی، ایک گناہ انجام دیتا ہے لیکن خیال کرتا ہے کہ میں نے ثواب کا کام کیا ہے، انقلابی جذبے کے تحت ایک فعل انجام دیتا ہے جبکہ وہ اسلام و انقلاب کے خلاف ہوتا ہے۔ اسلام و قرآن کے ساتھ تمسک کے بہانے ایک کام انجام دیتا ہے، ایک بات کرتا ہے، جبکہ وہ اسلام و قرآن کے مخالف ہے۔ ہمیں توجہ کرنی چاہیے ، ہمیں بڑی ہشیاری سے اپنے اعمال کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ یہ نہ کہیں کہ ہم انھیں نہیں سمجھ سکتے؛ نہیں، ایسا نہیں ہے؛ انسان کا وجدان اس کو بڑی اچھی طرح سے سمجھتا ہے کہ کون سی بات اور کون سا کام درست نہیں ہے اور کون سا کام "مَاأَنزَلَ اللهُ" کے مطابق ہے۔

میں خداوند کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ وہ ہمیں استغفار کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

---

۱۔ سورہ انفال، آیہ ۳۳

# دوسرا خطبہ : استغفار اور توبہ کے مختلف پہلو

حکومتی افراد سے ملاقات : ۳۰-۱۰-۲۰۰۵ء
(۲۷ رمضان المبارک ۱۴۲۶)

# (استغفار اور توبہ) رہبر معظم انقلاب حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید علی الحسینی (دام ظلہ العالی)

اَلحَمدُلِلّٰہِ رَبِّ العالَمینِ، وَ الصَّلاۃ وَ السَّلامُ عَلی سَیِّدِنا وَ نَبِیِّنا اَبِی القاسِمِ مُحَمَّد وَ عَلی آلِہِ الاَطیَبینَ الاَطھَرینَ المُنتَجَبینَ سیَّما بَقیـۃ اللہِ فِی الاَرَضینِ. قالَ اللہُ الحَکیمُ:

﴿وَ اَنِ استَغفِرُوْا رَبَّکُم ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیہِ یُمَتِّعُکُم مَتاعًا حَسَنًا اِلی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَ یُؤتِ کُلَّ ذی فَضْلٍ فَضْلَہٗ﴾[۱]

مجلس بھی اہم ہے اور ایام بھی اہم ہیں۔ ماہ رمضان اپنی برکتوں کے ساتھ ختم ہونے جا رہا ہے، اس میں دستر خوان الٰہی بچھا ہوا ہے۔ ہم اس بہت بڑے ملک کے ذمہ دار افراد اور مسئولین ہمیشہ امید رکھتے ہیں کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو بہتر انداز میں انجام دینے کے لئے خدا سے مدد حاصل کریں، ہم اس ماہ عزیز کو گزار رہے ہیں درحالاں کہ ہمیں معلوم نہیں ہے کہ اس مہینے اور شب ہائے قدر میں رحمتِ الٰہی اور تفضل الٰہی کس قدر ہماری قسمت میں ہے۔ ہم اس خیرِ بزرگ اور فضلِ بزرگ سے چشم پوشی نہیں کر سکتے۔ ہمارا کام سنگین ہے، ہمارا راستہ طولانی ہے، ہماری ذمہ داری بہت بڑی ہے۔ مددِ خدا کے علاوہ ان بھاری ذمہ داریوں کو انجام نہیں دے سکتے۔ لہٰذا ہمیں

۱۔ سورہ ہود: آیہ ۳: "اور اپنے رب سے استغفار کرو پھر اس کی طرف متوجہ جاؤ وہ تم کو مقررہ مدت میں بہترین فائدہ عطا کرے گا اور صاحبِ فضل کو اس کے فضل کا حق دے گا۔"

ان مواقع کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔ میری آج کی بیشتر گفت و گو اسی بارے میں ہے۔ خداوند متعال قرآن میں مکرر اور من جملہ مذکورہ آیت میں ہمیں استغفار اور توبہ کرنے کا حکم دیتا ہے ۔توبہ، یعنی لوٹنا، واپس ہونا۔ یہ لوٹنا اور واپس ہونا مرحلہ ایمان میں بھی ہے اور مرحلہ کردار و گفتار میں بھی ۔ ہمارے اندر بہت سے نقص تھے اور ہیں۔ ہمیں اپنی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اپنے آپ کو درست کرنا چاہیے، یہ سب سے زیادہ اہم ہے۔ سورہ مبارکہ ہود پر نگاہ ڈالیں۔

﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔الر كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ ۔ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنَّنِي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ۔ وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ﴾[۱]۔

یعنی پہلے مرحلے میں قرآن کا پیغام مسئلۂ توحید ہے، اس کے فوراً بعد خدا کی طرف واپسی اور اس سے استغفار اور مغفرت طلب کرنا ہے۔۔

یہ سب کے لئے ہے، انبیا سے لے کر نیچے تک۔ البتہ جس گناہ سے ہم توبہ کرتے ہیں، وہ ہمارے لئے ایک چیز ہے اور پاکیزہ و برجستہ ہستیوں کے لیے ایک اور چیز ۔

کارِپاکان راقیاس ازخودمگیر[۲]

پاکیزہ افراد کے کام کو اپنے اوپر مت قیاس کرو۔ انھیں بھی استغفار کی ضرورت ہے۔ وہ بھی ممکن ہیں۔

سیہ روی ز ممکن در دو عالم　　　جدا ہرگز نشد، واللہ اعلم[۳]

وہ بھی طلب مغفرت کے محتاج ہیں۔ وہ اس نقص کا، اس نہ پہنچنیں کا اور سستی کا ازالہ طلب مغفرت سے کرتے ہیں۔ وہ اُن کا کام ہے۔ ہمارے بارے میں یہ ہے کہ ہمارے گناہ کوئی ایک دو تو ہیں نہیں، ہماری خطائیں بہت سی ہیں۔

۱۔ سورہ ہود، آیہ ا۔ ۳ ، "بنام خدائے رحمان ورحیم۔ الف،لام راء۔یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں محکم بنائی گئی ہیں اور ایک صاحب علم و حکمت کی طرف سے تفصیل کے کی گئی ہیں۔کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو، میں اسی کی طرف سے ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں۔اور اپنے رب سے استغفار کرو اور پھر اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔"

۲۔ مولوی

۳ ۔ شیخ محمود شبستری ۳

خوب، ہماری اصلی گفت و گو یہ ہے۔ میں نے ایک روایت لکھی ہے: ﴿اِدْفَعُوا اَبْوَابَ البَلَایا بِالْاِستِغْفَارِ﴾[1] مصیبتوں کے دروازے استغفار کے ذریعے بند کریں۔ جو آیت ہم نے تلاوت کی ہے، اس میں ہے: ﴿یُمتِّعکُم مَتاعاً حَسناً﴾ زندگی سے بہترین استفادہ استغفار کے ذریعے حاصل ہوگا، خداوند متعال سے معافی، توبہ کے ذریعے سے حاصل ہو گی۔ ایک روایت میں ہے: ﴿خَیرُ الدُّعَاءِ الْاِسْتِغْفَارُ﴾[2] سب دعاوں سے بہتر دعاخدائے متعال سے مغفرت طلب کرنا ہے۔ مناجات شعبانیہ میں ہے: ﴿اِلٰھی مَا اَظُنّکَ تَرُدُّنِی فِی حَاجَۃٍ قَدْ اَفْنَیتُ عُمْرِی فِی طَلَبِها مِنْکَ﴾ یہ حاجت کیا ہے؟ ایسی حاجت کہ جس کی چاہت میں، میں نے پوری زندگی گزار دی ہے، وہ خدا سے طلبِ مغفرتِ ہے؛ یعنی مغفرت الٰہی اس قدر اہم مسئلہ ہے۔

خوب؛ مغفرت الٰہی کا معنی خطاؤں کی اصلاح کرنا ہے، یہ ان نقصانات کا ازالہ کرنے کے معنی میں ہے جو ہم اپنے آپ اور دوسروں کو پہنچاتے ہیں کہ جو بعد میں بیان کروں گا۔ یہ معنی ہے مغفرت طلب کرنے کا۔ اگر بشر کے اندر یہ حالت پائی جائے کہ وہ صد در صد اپنی غلطیوں اور خرابیوں کو درست کرنے کے درپے ہو تو راہِ خدا ایک ہموار راستہ بن جائے گا۔ بشر کا سرانجام ایک اچھا سرانجام ہوگا۔ ہم انسانوں میں مشکل یہ ہے کہ ہم اپنی خطا سے غافل ہیں، اس کی اصلاح کرنے سے غافل ہیں، اپنےآپ پر اصلاح کو نافذ کرنے سے غافل ہیں۔ اگر یہ غفلت ختم ہو جائے، اگر یہ عزم و ارادہ وجود میں آجائے تو ہر چیز درست ہو جائے گی۔ میں خود ٹھیک ہو جاؤں گا کی بنیاد بھی یہی ہے، یہ سب کچھ اپنی اصلاح کرنے کا مقدمہ ہے۔ تمام کام اپنے آپ سے خدا کو راضی کرنے کا مقدمہ ہے۔ ﴿عَلَیْکُمْ أَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَیْتُمْ﴾[3] ہر طرح کی کوشش، ہر طرح کی دوڑ دھوپ اس لیے ہے کہ ہم اپنے آپ سے خدا کو راضی کر سکیں، ہم اپنے

---

۱-امام صادق علیہ السلام، مستدرک الوسائل: کتاب الصلوٰۃ، ابواب الذکر، باب استحبا با الاکثار من الاستغفار: ۵۹۸

۲-پیامبر اکرمؐ: کافی، کتاب الدعاء، باب الاستغفار

۳-مائدہ، آیہ ۱۰۵، ”اپنے نفس کی فکر کرو اگر تم ہدایت یافتہ رہے تو گم راہوں کی گم راہی تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔“

آپ کو ان کمالات تک پہنچائیں جو اصلِ خلقت میں ہمارے لیے مدِّنظر رکھے گئے۔
یہ ایک مرحلہ ہے؛ دوسرا مرحلہ کہ وہ بھی ابتدائی مرحلہ ہے اور ہماری بہت بڑی ذمہ داریوں میں سے ہے، وہ اجتماعی استغفار ہے، اجتماعی اصلاح ہے۔ ہم اپنی قوت و توانائی کے دائرے میں رہتے ہوئے راستے کی، کلی ہدف کی اور ہر طرح کے کام کی اصلاح کریں۔ یہ استغفار کے موثر ہونے کا واضح نمونہ اور استغفار کا واقعی مضمون اور مطلب ہے۔ اس کام کو مشکل کام نہیں سمجھنا چاہیے۔ اگر ہم ارادہ کر لیں تو یہ کام آسان ہے، ہم کر سکتے ہیں۔

آپ نے ان راتوں میں دعائے شریف ابوحمزہ ثمالی میں پڑھا ہے:

﴿وَاَنَّ الرَّاحِلَ اِلَیکَ قَرِیْبُ المسافة﴾

اے پروردگار! جو تیری طرف آتا ہے اس کا راستہ نزدیک ہے۔

سب سے اہم عزم کرنا، حرکت کرنا اور ہمت کرنا ہے۔

﴿وَ اَنَّکَ لَا تَحْتَجِبُ عَنْ خَلْقِکَ اِلَّا اَنْ تَحجُبَ هُمُ الاَعْمَالُ﴾[۱]

ہم اپنے اور خدا کے درمیان اپنی خطاؤں کے ذریعے اپنے ہاتھوں سے فاصلہ پیدا کرتے ہیں۔ خدا کا ہم سے کوئی فاصلہ نہیں ہے۔ راستہ قریب ہے۔ اگر کوئی توفیق حاصل ہو جائے تو یہ رحمتِ الٰہی کی علامت ہے۔ اگر کر سکیں تو دل سے ایک سچی توبہ کریں، عزم کریں گے تو سمجھ لیں کہ توفیق الٰہی اور توجہ الٰہی آپ کے شامل حال ہے، آپ جذب ہو رہے ہیں، اپنے آپ کو جذب کر رہے ہیں، اپنی طرف کھینچ رہے ہیں۔ خداوند متعال متعدد موارد میں توبہ کو اپنی طرف نسبت دیتا ہے۔ ﴿ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا﴾[۲] خدا نے توبہ کی تاکہ انسان توبہ کریں۔ توبہ یعنی کیا؟ یعنی توجہ، بازگشت۔ خدا نے آپ کی طرف توجہ کی۔ یہ چیز باعث بنی کہ آپ کا دل بھی خدائے متعال کی طرف متوجہ ہو۔

تا کہ از جانب معشوق نباشد کششی      کوشش عاشق بیچارہ بہ جایی نرسد

ہم دعائے ابوحمزہ ثمالی کے بارے میں عرض کرتے ہیں: ﴿مَعْرِفَتِی یَا مَولَایَ دَلِیلِی

۱۔ مفاتیح الجنان، دعائے ابوحمزہ ثمالی
۲۔ سورہ توبہ، آیہ ۱۱۸

عَلَیکَ وَ حُبِّی لَکَ شَفِیعِی اِلَیکَ وَ اَنَا وَاثِقٌ مِنْ دَلِیْلِی بِدَلَالَتِکَ وَ سَاکِنٌ مِنْ شِفِیعِی اِلیٰ شَفَاعَتِکَ﴾

اگر آپ دیکھتے ہیں کہ مساجد میں ماہ رمضان میں ہمارے جوانوں کے ہاتھ آسمان کی جانب بلند ہوتے ہیں، ہمارے جوانوں کی ﴿اَلْعِفْوُ﴾ کی آواز فضا میں گونجتی ہے تو سمجھ جائیں کہ اس ملت پر خدا کی خاص نظر ہے، یہ الٰہی کشش ہے، ایسی کشش ہے کہ جو خدائے متعال نے پیدا کی ہے، کیوں کہ وہ اپنی رحمت نازل کرنا چاہتا ہے۔ ﴿اللّٰھمَ اِنِّی اَسْئَلُکَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِکَ﴾[۱] خدا سے رحمت کے اسباب کی التجا کرتا ہوں، رحمت کے اسباب وہی فراہم کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اپنی رحمت اور اپنا لطف اس ملت کے شامل حال کرے۔

خوب؛ استغفار تین طرح سے کرنا چاہیے۔ یہ ہمارے کام آئے گا۔ مجھے اور آپ کو اپنے مینجمنٹ کے کاموں میں اس کی احتیاج ہے۔ ان سے غفلت برتنے نے ہمیں بہت بڑے نقصانات پہنچائے ہیں اور پہنچائے گی۔

تین قسم کے گناہ: ایک گناہ ایسا ہے جو صرف نفس پر ظلم ہے۔گناہوں کے بارے میں نفس پر ظلم کی تعبیر قرآن اور حدیث میں بہت زیادہ وارد ہوئی ہے۔ یہ ایسا گناہ ہے کہ جو شخص انجام دیتا ہے، اس کا مستقیم اثر اس پر ہوتا ہے۔ مشہور ومعروف انفرادی گناہ ایسے ہی ہوتے ہیں۔

گناہ کی دوسری قسم یہ ہے کہ شخص اس کا ارتکاب کرتا ہے اور اس کا مستقیم اثر لوگوں پر ہوتا ہے، دوسروں کو پہنچتا ہے۔ یہ گناہ سنگین تر ہے، یہ نفس پر ظلم بھی ہے، لیکن چوں کہ یہ گناہ دوسرے کو شامل ہوتا ہے، دوسرے کو اپنی لپیٹ میں لیتا ہے لہٰذا اس کا علاج کرنا سخت تر ہے، جیسے ظلم کرنا، غصب کرنا، لوگوں کے حقوق پامال کرنا اور انسانوں کے عمومی حقوق پامال کرنا۔گناہ کی یہ قسم اکثر طور پر حکومتوں سے مربوط ہوتی ہے۔ یہ حکومتوں کا گناہ ہے۔ یہ منتظمین کا گناہ ہے۔ یہ سیاست مداروں کا گناہ ہے۔ یہ بین الاقوامی شخصیتوں کا گناہ ہے۔ یہ ان کا گناہ ہے کہ جن کی گفت و گو کا ایک کلمہ، جن

۱۔ مفاتیح الجنان؛ نماز ظہر کی مخصوص تعقیب۔

کا ایک دستخط، جن کا کسی کو معزول کرنا اور معیّن کرنا خاندانوں اور بعض اوقات ملت پر اثر انداز ہو سکتا ہے، یہ ان کا گناہ ہے۔ عام طور پر عام لوگ اس طرح کا گناہ سرانجام نہیں دیتے ہیں، اگر ہو بھی تو اس کا دائرہ کار بہت محدود ہے۔ مثلاً فرض کریں، کوئی راستہ چلتے ہوئے جان بوجھ کر کسی کا پاؤں کچل دے، اس پر حد جاری ہوتی ہے۔ اگر چنانچہ قرار ہو کہ میں اور آپ ایسے گناہ کا ارتکاب کریں، اس کا دائرہ وسیع ہے۔ جیسا کہ ہم نے کہا ہے کہ ہمارا ایک دستخط، ہمارا ایک حکم، ہماری ایک بات ہمارا ایک فیصلہ اور اسمبلی حال میں ہماری ایک میٹنگ بہت سے لوگوں پر مستقیم طور پر موثر ہو سکتی ہے۔
یہ دوسرا گناہ ہے۔ یہ بھی اپنے سے مناسب استغفار کا حامل ہے۔ پہلے گناہ سے توبہ کرنا یہی ہے کہ انسان سچے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے طلبِ مغفرت کرے، اسے درست کرنا چاہیے۔ یہ اصلاح یہاں پر ہے۔ اصلاح کرنے، درست کرنے اور مشکلات کو برطرف کرنے کا مقولہ یہاں پر پیش آتا ہے۔
گناہ کی تیسری قسم، ملتوں کے گناہوں کی ہے۔ ایک فرد سے بحث نہیں ہے کہ جو کوئی غلط کام انجام دے اور اس سے کچھ لوگوں کو نقصان ہو۔ بعض اوقات ایک ملت یا ملت کا ایک گروہ، قوم کا ایک موثر گروہ، ایک گناہ کا ارتکاب کرتا ہے؛ یہ بھی ایک طرح کا گناہ ہے، اس کے لیے بھی استغفار کرنے کا اپنا طریقہ ہے۔ بعض اوقات ایک ملت کئی سالوں تک مسلسل ایک منکر کے مقابلے میں، ایک ظلم کے مقابلے میں خاموشی اختیار کرتی ہے، کسی قسم کے عکس العمل کا اظہار نہیں کرتی ہے؛ یہ بھی ایک گناہ ہے، شاید یہ ایک دشوار تر گناہ ہے۔ یہ وہی ہے کہ ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ﴾[1] یہ وہی ہے یہ وہی گناہ ہے کہ جو عظیم نعمتوں کو ضائع کر دیتا ہے یہ وہی گناہ ہے کہ جو سخت مصیبتوں کو گناہ گار قوموں اور گروہوں پر مسلط کر دیتا ہے۔
جو ملت شہرِ تہران میں کھڑی دیکھتی رہی کہ شیخ فضل اللہ نوری[2] جیسے ایک بزرگ مجتہد کو تختہ دار پر چڑھا رہے ہیں اور وہ آواز تک نہ نکالے؛ شیخ فضل اللہ نوری خود

۱۔ سورہ رعد، آیہ ۱۱، "خدا کسی قوم کے حالات کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے آپ کو تبدیل نہ کر لے"
۲۔ پر (۱۸۴۳-۱۹۰۹) یہ تحریکِ مشروطہ کے اصلی رہبروں میں سے ہیں کہ جنھیں قانونی حکومت کی حمایت کرنے اور انگریز حکومت کا ساتھ نہ دینے کی وجہ سے تختۂ دار چڑھایا گیا تھا۔

مشروطیت (قانونی حکومت) کے بانیوں میں سے تھے وہ مشروطہ کے رہبروں میں سے تھے۔ انھیں اس جرم کی بنا پر مشروطہ کا مخالف شمار کیا گیا کہ انھوں نے انگریز اور مغرب کی سازشوں کا ساتھ نہ دیا۔ آج بھی ہمارے بعض خطبا اور مصنفین اس غیر منطقی بےبنیاد جھوٹ کی رٹ لگاتے ہوئے تکرار کرتے ہیں۔ انھوں نے دیکھا اور آواز تک نہ نکالی؛ اس کی سزا بھی پائی۔ اسی شہر میں اسمبلی تشکیل پائی، اس نے رضا شاہ کی حکومت کی تائید کرتے ہوئے حکومت و سلطنت اس کے سپرد کردی۔ انھوں نے پچاس (۵۰) سال بعد اس کی سزا پائی۔ وہ کوئی خاص افراد نہیں تھے۔ یہ ایک قومی گناہ تھا، یہ ایک عمومی گناہ تھا۔

بعض ﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَاتُصِيبَنَّ﴾[1] اوقات سزا صرف ان لوگوں کے شامل حال نہیں ہوتی ہے جنھوں نے اس گناہ کا ارتکاب کیا ہو، بلکہ سزا عمومی ہوتی ہے، کیونکہ یہ حرکت ایک عمومی حرکت تھی، اگرچہ تمام افراد مستقیم طور پر اس میں شریک نہیں تھے۔

یہی لوگ، یہی ملت جس دن سڑکوں پر آئی اور محمّد رضا پہلوی کے ٹینکوں کے سامنے سینہ سپر ہوکر کھڑی ہوگئی، موت سے خوف نہیں کھایا؛ یعنی پچاس سالہ گناہ آلود سکوت کو تبدیل کردیا۔ خدائے متعال نے انھیں اس کا اجر عطا کیا۔ حکومتِ ظلم ختم ہوگئی، عوامی حکومت قائم ہوگئی۔ ذلت آمیز سیاسی وابستگی دفن ہوگئی، تحریکِ آزادی کا آغاز ہوا، انشاءاللہ یہ جاری و ساری ہے اور جاری و ساری رہے گی۔ یہ ملت توفیق الٰہی اور اپنی ہمت سے اپنی تمناؤں کو پائے گی۔ یہ اس وجہ سے تھا کہ اس نے تحریک کا آغاز کیا۔

یہ بھی ایک طرح کا گناہ ہے اور ایک طرح کا استغفار۔ ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک خاص قسم کا استغفار ہے۔

قرآن میں متعدد بار توبہ کا ذکر اصلاح کے ہمراہ ہوا ہے: ﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا﴾[2] ﴿مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾[3] کئی ایک موارد میں اصلاح کے ہمراہ ہے۔ ایک مقام پر اس اصلاح کا نمونہ اور اس اصلاح کا مصداق بھی ذکر ہوا ہے: ﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا

۱۔ سورہ انفال، آیہ ۲۵، "اس فتنہ سے بچو جو صرف ظالمین کو پہنچنے والا نہیں ہے"
۲ ۔سورہ مبارکہ بقرہ، آیہ ۱۶۰؛ سورہ مبارکہ نساء، آیہ ۱۴۶
۳ ۔سورہ مریم، آیہ ۶۰؛ سورہ طہ، آیہ ۸۲؛ سورہ فرقان، آیہ ۷۰؛ سور قصص، آیہ ۶۷

﴿وَبَيَّنُوا﴾ اس کے مقابلے میں جو لوگ حقائق کو چھپاتے ہیں، ان سے مربوط ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ﴾[۱]۔ یا مثلاً ﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ﴾[۲] منافقین کے بارے میں ہے، انھوں نے منافقت کی، وہ دو دل ہوئے، دودل تھے، ان کی توبہ اور اصلاح یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایک دلہ کریں؛ خالص کریں۔ اس بنا پر اصلاح، توبہ کا لازمہ ہے۔

خوب؛ اب ہمیں استغفار کرنا چاہیے، ہمارا استغفار کرنا ہمارے شخص استغفار کرنے سے بالاتر ہے۔ میں بھی جاؤں اور اپنی ذات کے لئے استغفار کروں، آپ پر بھی لازمی ہے کہ استغفار کریں۔ ہم سب گناہ گار ہیں،گناہ میں غرق ہیں۔ ہمارے ذاتی کاموں میں اس قدر کوتاہیاں، وعدہ خلافیاں اور غلطیاں موجود ہیں، ہمیں استغفار کرنا چاہیے۔استغفار کرنا دل کو نورانی کرتا ہے، روح کو شفاف کرتا ہے۔ یہ ہمارے اور ہمارے خدا کے درمیان ذاتی استغفار ہے؛ لیکن ایک عمومی استغفار بھی ہے۔ ہم چونکہ مسئول اور ذمہ دار ہیں ،یہاں پر موجود اکثر افراد ملک کے مسئول اور عہدے دار ہیں۔ طاقت ور اداروں کے سربراہ ہیں، ملک کی سنئیر انتظامیہ ہے۔ میں نے پانچ عنوان ذکر کیے ہیں۔ البتہ وضاحت کرنی چاہیے، چونکہ وقت نہیں ہے، فقط مختصر بیان کروں گا۔

پہلا مسئلہ اختلاف ہے؛ ہمیں اختلاف سے توبہ کرنی چاہیے، اختلاف ہمیں نقصان پہنچاتا ہے۔ بعض دفعہ اختلاف قومی احساسات کو بھڑکانے سے ہے، مذہبی احساسات کی حوصلہ افزائی کرنے سے ہے، محلّی احساسات ابھارنے سے ہے۔ بعض اوقات سیاسی اختلاف کی حوصلہ افزائی کرنے سے ہے۔ بعض اوقات اختلافات فکری رسہ کشی کے باعث ہوتے ہیں۔ خوب، ممکن ہے کہ فکری اختلاف موجود ہو ں،کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن کش مکش اور لڑائی جھگڑے تک نہیں پہنچنا چاہیے۔

یہ جو بعض لوگوں پر ہم اعتراض کرتے ہیں کہ وہ لوگوں کے اعتقادات کے برخلاف،

---

۱۔سورہ بقرہ ، آیہ ۱۵۹

۲ ۔ سورہ نساء،آیہ۱۴۶ ، ”علاوہ ان لوگوں کے جو توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں اور خدا سے وابستہ ہو جائیں اور دین کو خالص اللہ کے لئے اختیار کریں“

معاشرے میں موجود حقائق کے برخلاف، صحیح تاریخ کے برخلاف بہکانے کے انداز میں لکھتے ہیں، وہ اسی وجہ سے ہے، ورنہ آزادی بیان سے ہمیں کوئی مشکل نہیں ہے۔ میں حقیقی اور وسیع معنی میں آزادی بیان کا معتقد ہوں۔ البتہ بعض باتیں بیان کرنے کی جگہ، عمومی منبر نہیں ہے بلکہ ان کا مقام خاص قسم کے موضوعات میں ہے۔ ہاں، کچھ فقہا بیٹھیں، کچھ قانون دان بیٹھیں، کچھ فلسفی بیٹھیں، کچھ سماجی حضرات بیٹھیں، بنیادی ترین مسائل کے بارے میں، اصلِ توحید کے بارے میں باہم بحث و گفتگو کریں، ایک رد کرے، ایک قبول کرے، ایک استدلال کرے۔ اس کے بعد نشر ہو، لوگوں کے سامنے آئے؛ لیکن پہلے یہ کام خاص محافل میں انجام پانا چاہیے۔ انقلابی بیانات کے بارے میں بھی اسی طرح ہے۔ نظام جمہوری اسلامی کے بنیادی مسائل کے بارے میں بھی اسی طرح ہے۔ خصوصی حلقوں میں بحث و گفت و گو انجام پائے۔ یہ جو ہم نے آزادی فکر کی تحریک کا ذکر کیا ہے، اسی لیے ہے۔ یونیورسٹیوں اور حوزہ ہائے علمیہ نے ایک اچھی تحریک کا آغاز کیا، ایک دوسرے کو جوابات دیئے، لیکن میں عملی طور پر (اس کا ثمرہ) کچھ نہیں دیکھ رہا ہوں، میدان میں آئیں، بحث و گفت و گو کریں۔ لیکن اگر چنانچہ طے یہ ہو کہ ایک شخص ایک خاص مطلب کو کہ جسے خاص حلقوں میں بحث و جدل اور طرفین سے استدلال پیش کرنے کے لئے رکھا جانا چاہیے، بہکانے کے انداز میں عام لوگوں کے درمیان بیان کرے۔ نہیں؛ یہ اغوا کرنا اور بہکانا ہے؛ یہاں آزادی بیان نہیں ہے، خاص کر اصولی اور بنیادی مسائل کی نسبت۔

یہ ایک فکری اختلافات سے مربوط بحث ہے کہ جو کش مکش تک نہیں پہنچنی چاہیے۔ سیاسی اختلافات ہیں، نظام کی حاکمیت کے عناصر کے درمیان اختلاف ہے کہ سالہا سال سے یہ کوشش جاری ہے کہ یہ کام کریں، حکومتی افراد کے درمیان اختلاف ڈالیں۔ واضح ہے کہ جب ایک ملک کے اندر اصلی مسئولین کے درمیان اختلاف ہو، کش مکش ہو، جھگڑا ہو، ایک دوسرے کو قبول نہ کریں، ہمیشہ ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کے در پے ہوں، کام آگے نہیں بڑھیں گے۔ خوش نصیبی ہے کہ بعض مسئولین ہشیاری کا ثبوت دیتے ہوئے تسلیم نہیں ہوئے، انھوں نے اجازت نہیں دی ہے، ورنہ دشمن کا پروگرام تو بہت لمبا چوڑا تھا۔

سیاسی اعتبار سے ایک سمت حرکت کرتے ہیں، اس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ یہ ملک کے لئے مفید ہے۔ البتہ میدان کھلا ہے، کام شفاف و واضح ہیں۔ عوام دیکھ رہے ہیں۔ انتقاد کرنے والا منصفانہ انتقاد کرتا ہے؛ لوگوں کی صلاحیت اور ظرفیت، ان کی ہمت اور جذبات مشخص ہو جاتے ہیں۔ اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اب یہ ایک موقعہ ملا ہے۔ اس ہم آہنگی کی فضا کو بعض غیر مناسب اشکالات اور چھوٹی چیزوں کو بڑی کرنے کے باعث ضائع نہ کریں۔ متوجہ رہیں، بد اندیش لوگ چاہتے ہیں کہ ہم فکر افراد کے اندر اختلاف ڈالیں اور انھیں کام نہ کرنے دیں۔ بہت محتاط رہیں۔ حکومت میں بھی محتاط رہے، اسمبلی میں بھی محتاط رہے، عدلیہ میں بھی محتاط رہے، اسی طرح مختلف شعبوں، سیاسی و مطبوعاتی و غیرہ میں بھی محتاط رہیں۔ نقد کرنا، بہتری چاہنا لوگوں کے مطالبات طلب کرنا اچھا ہے۔ غیر منطقی عیب جوئی، بڑا پن ظاہر کرنا ، تہمت لگانا، جھوٹ باندھنا، بے بنیاد افواہیں پھیلانا غلط ہے؛ انھیں ایک دوسرے سے جدا کرنا چاہیے۔ میری نگاہ میں یہ ان چیزوں میں سے ایک ہے کہ ہم نے ماضی میں اس سے متعلق جتنی بھی کوتاہی کی ہے، اب ہمیں اس کوتاہی سے استغفار کرنا چاہیے؛ اجازت نہ دیں کہ یہ غفلت جاری رہے۔

دوم، تکبر اور خودخواہی اپنے وسیع ترین معنی میں؛ ہمیں تکبر سے توبہ کرنا چاہیے، خودخواہی، خدا خواہی کے مد مقابل ہے قلبِ خودخواہ و خود پسند جس قدر خودخواہ و خود پرست ہے، اسی قدر خدا خواہی و خدا پسندی سے دور ہے۔ خود خواہی اپنے وسیع تر معانی کے ہمراہ، اپنی ذات ، اپنی پارٹی اور جماعت، اپنے رشتہ داروں، اپنے صمیمی دوست اور رفیق کی حمایت کرنے کو شامل ہے، بلا استدلال حمایت اور تعصب سے پُر طرفداری، یہ سب غلط ہے۔ یہ ایسا اشکال ہے کہ ہمارے ملک اور سیاسی برادری کے اندر جتنے بھی اختلافات ہیں، سب اسی وجہ سے ہیں۔ بندہ نے کئی سال قبل، شاید سترہ، اٹھارہ سال، بیس سال قبلکھا تھا کہ دائیں، بائیں بازو کے اختلافات زمانہ قدیم میں قبیلوں کے اختلافات کی مانند ہیں۔ اجازت نہ دیں کہ یہ صورتِ حال جاری رہے؛ اجازت نہ دیں کہ خود پسندی اپنے اندر راسخ ہو جائے اور اس کا اثر ظاہر ہو۔

سوم؛ عوام اور عوام کی خدمت کرنے سے غفلت؛ اگر ہم اسمورد میں غفلت کا شکار ہو جائیں تو ہمیں خدا سے پناہ مانگنی چاہیے، توبہ کرنی چاہیے اس غفلت سے۔ اجازت نہ دیں کہ ہمارا دل عوام سے غافل ہو جائے۔ خاص کر آپ مسئولین کہ جنھیں عوام نے خواہ حکومت، خواہ اسمبلی کے لئے "عوام کی خدمت" فساد کا مقابلہ اور عدالت اجتماعی کے شعار اور نعرے کی بنیاد پر منتخب کیا ہے۔ ہمیں لوگوں کی خدمت کرنے میں ایک لحظہ بھی غفلت نہیں کرنی چاہیے۔ آج یہ حکومتاور قانون ساز اسمبلی، عدلیہ، خدمت اور فساد کا مقابلہ کرنے کی برکت سے وجود میں آئی ہے۔ عوام کا ان مفاہیم سے تعلق تھا؛ نہیں ہو سکتا ہے کہ ان مفاہیم کو مجرد اور انتزاعی سمجھیں۔ یہ حقیقی مفاہیم ہیں، زندگی کے میدان میں ہیں۔

عدالت کا مختلف پروگراموں میں مطلب بیان کریں۔ جو کچھ لوگوں کے مادی و اقتصادی امور میں خدمت و عدالت سے مربوط ہے وہ چوتھے اقتصادی پروگرام کے طریقہ کار میں موجود ہے کہ ان میں سے من جملہ قومی کرنسی کی مضبوطی، مہنگائی اور افراد زر پر کنٹرول، معاشرے کے اوپر نیچے کے فاصلہ کو کم کرنا، اسی قسم سے ہے۔ اس سیاست اور طریقہ کار کو پروگرام کے تحت تبدیل ہونا چاہیے، ورنہ خود عدالت کا عنوان ایک جذباتی ہدف ہے۔ جو طریقہ کار ہمیں عدالت تک پہنچا سکتا ہے۔ ایسے پروگرامز جو اس طریقہ کار کو محقق کر سکتے ہیں، اس پر خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے؛ البتہ چوتھے پروگرام میں اس کے بارے میں مشکلات ہیں۔ ان مشکلات کو بھی برطرف ہونا چاہیے، پروگرام واقعاً طریقہ کار کے مطابق متحقق ہو تا کہ جہاں تک ہو سکے امید رکھیں کہ ہم اس پروگرام کے باعث اس طریقہ کار اور سیاست تک پہنچ جائیں گے۔

اگلا موضوع؛ ملی اقتدار کے اعضا اور قومی اتھارٹی کے بنیادی اسباب سے غفلت ہے۔ ایک ملت اگر معنوی سعادت حاصل کرنا چاہتی ہے، آزادی حاصل کرنا چاہتی ہے، اگر معرفت کی بلندیوں تک پہنچنا چاہتی ہے تو اسے ضرورت ہے کہ وہ مضبوط اور مقتدر ہو؛ اگرچہ وہ چیزیں خود بھی اقتدار کے موجبات اور اسباب میں سے ہیں۔ لیکن ایک کمزور ملت، ایک مار کھانے والی ملت، دوسروں کے پیچھے چلنے والی ملت، ایک ایسی

ملت جس کی نگاہ دوسروں کے ہاتھوں اور منہ کی طرف ہو، یہ کبھی بھی اپنے آپ کو اپنی تمناؤں کی بلندیوں تک نہیں پہنچا سکتی۔ قومی اقتدار کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔
قومی اقتدار کی حفاظت کس چیز سے ہوتی ہے؟ علم کے ذریعے، اخلاق کے ذریعے؛ ہم نے علم کے بارے میں بہت زیادہ گفت و گو کی ہے؛ ہمیں اخلاق میں کم نمبر نہیں لینے چاہیے؛ ہمارے پیغمبر، معلم اخلاق ہیں۔ اخلاق کی تہذیب و تکمیل کا پرچم پیغمبر نے لہرایا اور رسالت پیغمبر کا اعلان کیا۔ ہمیں اخلاق میں پیچھے نہیں رہنا چاہیے، اجتماعی طرز عمل، نظم و ضبط، کام کرنے میں دیانت داری، روح دین داری (کہ بعض خیانت کار افراد نے ہمارے جوانوں کی اس روح دین داری کو ظلم و تعدی اور دست درازی کے لیے پیش کیا ہے، غیر منطقی باتوں اور آزادی کے نام پر تباہ و برباد کیا) اور روح دینداری کی حفاظت ، یہ سب اقتدار کے بنیادی ارکان ہیں، اسی طرح قانون پر عمل کرنا بھی ایک بنیادی رکن ہے۔ ہمیں دستیاب توانائیوں اور صلاحیتوں سے غفلت نہیں کرنی چاہیے۔ قومی اقتدار کا ایک اور بنیادی رکن یہ ہے کہ ملک کے ذمہ دار افراد، ملت کا ہر فرد معتقد ہو کہ وہ ان راستوں کو طے کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ ان کاموں کو انجام دیں۔
اپنے آپ کو عاجز، بےدست و پا اور بند گلی میں محسوس نہ کریں۔ ہمیں یہ چیز عوام تک پہنچانی چاہیے۔ یہ ہماری ذمہ داریوں میں سے ہے، حکومت کے فرائض میں سے ہے، یہ ان کاموں میں سے ہے جن کو انجام دینا حکومت پر واجب ہے۔ قومی اقتدار کے اسباب ان کاموں میں سے ہیں جو حکومت سے مربوط ہیں۔ حکومتی اداروں پر لازم ہے کہ انھیں انجام دیں۔ البتہ ہمیں قدرت کا گمان اور وہم نہیں ہونا چاہیے۔ جو نہیں کر سکتے، ہم اسے خیال پردازی اور وہم و گمان کرتے ہوئے اپنے لیے فرض نہ کریں؛ اپنی حقیقی و واقعی قوت سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ ایک یہ بھی ہے۔
آخری موضوع جو ذکر کرنا چاہتا ہوں، وہ دشمن سے غفلت ہے۔ ہم نے دشمن اور دشمن کی سازشوں سے جس قدر غفلت کی ہے، ضروری ہے کہ اس سے استغفار کریں، توبہ کریں۔ یہ توبہ اپنے آپ کو متوجہ کرنا، اپنے آپ کو تنبیہ کرنا آگاہی و ہشیاری اور آنکھ کھلنے کے معنی میں ہے ایک عرصے سے یہ شور و غوغا شروع ہے کہ دشمن آپ

کا نام زیادہ لیتا ہے، آپ کو سازش ہونے کا گمان ہے ، آپ خیال کرتے ہیں کہ آپ کے خلاف سازش ہے۔ خوب، کیا سازش سے غفلت کرنے کی صورت میں سازش ختم ہو جائے گی؟ آج ہر چیز ظاہر و آشکار ہو چکی ہے۔ جس وقت یہ باتیں کی گئ تھیں، شاید ابھی تک ان میں سے بعض باتین ظاہر نہیں ہوئی تھیں؛ لیکن آج صراحت سے اعلان کرتے ہیں کہ نظامِ جمہوری اسلامی کے برخلاف، ہمارے آئین کے برخلاف، ہماری ملت کے برخلاف، ہمارے منافع کے برخلاف سازش موجود ہے۔ سازش سے غافل ہونے کی صورت میں اس سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ ضروری ہے کہ دشمن سے، دشمنیوں سے اور سازشوں سے عقل و آگاہی کے ذریعے آشنا ہوں ،اس کے مقابلے میں عقل و آگاہی اور تدبر کے ذریعے اپنی ذات، اپنے منافع اور اپنی شناخت کا دفاع کریں۔

آج ہمارے منطقے میں بہت سے مسائل موجود ہیں۔ شاید کہا جاسکتا ہے کہ آج دنیا کا حساس ترین نقطہ مشرق وسطی ہے۔ امریکہ نے اس خطے میں اپنے اہداف و مقاصد بیان کیے ہیں۔ امریکہ کا بنیادی مقصد سامراجی تسلط اور اپنی بادشاہت قائم کرنا ہے۔ یہ ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کا مرحلہ وار انتخاب کیا ہو۔ نہیں، وہ پوری دنیا پر اپنا تسلط جمانے اور اپنی بادشاہت قائم کرنے کے درپے ہے۔ ان اہداف کے پیش نظر مشرقِ وسطیٰ کا خطہ بہت حساس ہے۔ انھوں نے مشرق وسطی، خلیج فارس، اور شمالی آفریقہ کے بارے میں پروگرام طے کر رکھا ہے۔ اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ ہوگا۔ نہیں ، ان کا پروگرام ہے، انھوں نے مقدمات فراہم کیے ہیں، کام یاب نہیں ہوں گے جیسا کہ کام یاب نہیں ہوئے۔ فلسطین میں کام یاب نہیں ہوئے، عراق میں بھی کام یاب نہیں ہوئے۔ لیکن ان کا یہاں اور دوسرے ملکوں کے لئے پروگرام ہے۔ ان کا عراق کے لئے پروگرام تھا۔ اس خطے میں امریکہ کا ہدف یہ ہے کہ ان ممالک میں ایسی حکومتیں قائم ہوں کہ جو مکمل طور پر امریکہ کی مطیع و فرمانبردار ہوں، امریکہ کے لیے دردسر نہ بنیں۔ آج کے مشرقِ وسطی کی حکومتیں ایسی نہیں ہیں۔ البتہ ان میں سے بہت سی مطیع ہیں لیکن دردسر ہیں۔ اگر امریکی نسخہ کے مطابق وہ چاہتے ہیں کہ دردسر نہ بنیں، اس کا راستہ یہ کہ ہے وہاں پر برائے نام جمہوریت موجود ہو، امریکہ کا قبضہ ہو، ظاہراً عوام کی منتخب

حکومتیں بر سرکار ہوں؛ حتی کہ سلطنتی حکومتیں جو آج خطہ میں قائم ہیں، امریکہ انھیں پسند نہیں کرتا ہے، کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ یہ ان کے لئے دردسر ہیں۔ اسلامی و عربی حکومتوں کو اس نقطے کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ امریکہ کا مصر کے لئے خاص قسم کا پروگرام ہے؛ سعودی عرب کے لئے بھی پروگرام ہے، اردن کے لئے بھی ان کا پروگرام ہے؛ خلیج فارس کے ممالک کے لیے بھی پروگرام ہے۔ اس کا پروگرام صرف لبنان شام اور عراق کے لیے نہیں ہے کہ دوسرے عربی ممالک بیٹھ کر تماشا دیکھیں۔ امریکہ اپنے خیال میں جب لبنان اور شام کا حساب برابر کر لے گا،اس کے بعد ان کی باری ہے۔ البتہ امریکہ کی تمنّا اور حقیقت میں بہت زیادہ فاصلہ ہے۔ آج جو لوگ امریکہ میں مشغول ہیں، وہ مست انسانوں کی طرح ارادہ کرتے ہیں، انھیں بالکل کچھ پتہ نہیں ہے کہ وہ کیا کر رہے؛ یہ دنیا کے حقائق سے بہت دور ہیں۔ آج امریکہ کے برجستہ سیاسی تجزیہ کار بھی یہی بات کرتے ہیں۔ ان کے مجلات اور سائٹیں انہی باتوں سے بھری ہوئی ہیں؛ وہ کہتے ہیں کہ یہ امریکہ کو بربادی اور نابودی کی طرف لے جا رہے ہیں؛ حقیقت بھی یہی ہے امریکہ کے لیے ان کا وجود احتمالاً خدائی انتقام ہے۔ لیکن بہر حال ان کا ایسا پروگرام ہے۔

یہ خطہ ایسا خطہ ہے کہ ہم اس خطے میں ایسا نقطہ ہیں کہ ہماری قومی قدرت، ہمارے ملک کا سیاسی اقتدار، خطے میں، پوری دنیا میں دنیا کے ایک نمبر کے سیاسی تجزیہ کاروں کی زبان پر ہے اور وہ اس کا اعتراف کرتے ہیں، وہ اسے قبول کرتے ہیں؛ یہ ایک بہت بڑا ملک ہے، ایک فوق العادہ نقطے پر موجود ایک آباد ملک ہے، اس کے عوام کی تعداد زیادہ ہے، اس کے مسئولین متحد ہیں، اس کی قوم صاحب استعداد ہے، اس کے عوام جوان ہیں۔ ہماری صورت حال ایسی ہے۔ ایسی صورت حال میں ہمیں اپنے حواس پر مسلط ہونا چاہیے۔ اپنے ارد گرد متوجہ رہیں۔ دشمن کی سازشوں پر نگاہ رکھیں۔ آگاہی، ہوشیاری اور تدبر و شجاعت کے ساتھ آگے بڑھیں۔ یہ جو آپ مشاہدہ کر رہے ہیں کہ اسلامی جمہوریہ کی بہت زیادہ مخالفت ہو رہی ہے، یہ اقتدار پر دلیل ہے۔ امام رضوان اللہ علیہ نے ایک دفعہ فرمایا تھا: اگر اسلامی جمہوریہ کوئی چیز نہیں ہے تو پھر وہ اس کے خلاف

کیوں اس قدر صف آرائی کرتے ہیں؟ اگر اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے تو پھر اس کا مقابلہ کرنے کے لئے کیوں خودکشی کر رہے ہیں؟ یہ اسلامی جمہوریہ کے اقتدار پر دلیل ہے، کچھ دنوں سے صدر کے مؤقف پر طوفان کھڑا کردیا ہے؛ البتہ یہ پہلی دفعہ نہیں ہے؛ کئی مرتبہ ایسا ہو چکا ہے۔ ایک مرتبہ دس گیارہ سال قبل ہمارے اس وقت کے صدر نے اسحاق رابن کے قتل کے حوالے سے اپنی نظر کا اظہار کیا۔ انھوں نے طوفان کھڑا کر دیا کہ ایران کے صدر نے اسرائیل کے وزیر اعظم کے قتل پر کیوں خوشی کا اظہار کیا ہے! اس سے انسان کو سب سے پہلے جس چیز کا احساس ہوتا ہے وہ یورپی اور مغربی سربراہ ہوں کے عوض میں انسانیت سے شرمندگی ہے؛ انھیں انسانیت سے شرمسار ہونا چاہیے کہ یہ اس قدر صیہونیوں کے زیر اثر ہیں؛ انھیں اپنی ملّتوں سے بھی شرم سار ہونا چاہیے۔

کیا دنیا میں ایسی حکومتیں موجود نہیں ہے کہ جو دوسری حکومتوں کو قبول نہ کرتی ہوں، ان کی سیاسی شناخت کا انکار کرتی ہوں؟ کیا دنیا میں ایسے ملکوں کے صدور کی تعداد کم ہے کہ جن کے دل میں ایک ملک کے صدر کی نابودی کی تمنا ہو؟ وہ مسلسل زبان سے تذکرہ بھی کرتے ہیں۔ ایسی حساسیت کہاں وجود میں آتی ہے؟ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یورپی اور مغربی حکومتوں پر صیہونیوں کے نفوذ نے ایسے جنجال کو وجود بخشا ہے۔ بعد میں انھوں نے اس فرصت سے استفادہ کیا، اسے ایٹمی انرجی سے مربوط کردیا۔ جس بے وقوف نے پہلی بار یہ بات کی اور اسے ایٹمی انرجی سے مربوط کیا، وہ نہیں سمجھتا کہ ایٹمی اسلحہ حکومتوں اور سسٹم کو نابود کرنے کے لئے نہیں ہے؛ سسٹمز اور حکومتیں ایٹمی اسلحے سے ختم نہیں ہوتی ہیں؛ ایٹمی ہتھیار صرف انسانوں اور زمینوں کو نابود کرتے ہیں۔ وہ چیز جو حکومتوں کو نابود کرتی ہے وہ قوموں کی قدرت، مقاومت، عزم اور مبارزہ ہے؛ یہ عزم و مبارزہ فلسطین میں موجود ہے اور خدا کے فضل سے اس کا نتیجہ یقیناً صیہونی حکومت کی سرنگونی ہوگا۔

پروردگارا! بحق محمدؐ و آل محمدؐ، ہم تجھے قسم دیتے ہیں کہ ہمیں استغفار اور توبہ کرنے کی توفیق عطا فرما۔ توبہ کے نور سے ہمارے دلوں کو روشن و منور فرما۔ امت اسلامی اور تمام

مسلمانوں کو دشمن کے شر سے محفوظ رکھ۔

پروردگارا! ایران کی عزیز اور ملت کو روز بروز عزیز تر فرما۔

ایک دوست نے مجھے نماز کے حوالے سے خصوصی درخواست کی ہے۔ میں انتظامیہ کی خدمت میں عرض کرتاہوں، خاص کر تعلیم وتربیت اور یونیورسٹیوں کے مسئولین نماز کا اہتمام کریں۔اسی طرح حکومتی اداروں میں کہ انشاء اللہ وہ افراد جو نماز برپا کرنے کے ذمہ دار ہیں ان کے پاس جو پروگرامز ہیں وہ ان میں سہولت سے اِن پروگرامز کو چلائیں، ان کے ساتھ اچھا تعاون ہوا ہے، اس کے بعد بھی انشاء اللہ ان کے ساتھ روز بروز زیادہ تعاون ہونا چاہیے۔

پروردگارا! ہمارے شہدائے عزیز کو پیغمبر کے ساتھ محشور فرما۔ ملک کے ذمہ داروں کے درمیان روز بروز محبت میں اضافہ فرما۔

پروردگارا! بحق محمّد وآل محمّد، ملک کی تینوں قوتوں (مقنّنہ، عدلیہ، مجریہ) کے مسئولین کو اپنی اپنی ذمہ داریاں انجام دینے کی توفیق دے اور ان کی تائید فرما۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

# تیسرا خطبہ: گناہ کے آثار

نماز جمعہ کا پہلا خطبہ۔ ۱۷-۰۱-۱۹۷۷ء (۸
رمضان المبارک ۱۴۱۷)

بِسمِ اللہ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

اَلحَمدُ لِلہِ رَبِّ العَالَمِینَ۔ اَحمَدُہ وَاَستَعِینُہ مِنہُ وَاَتَوَکَّلُ عَلَیہِ وَاُصَلّی وَاُسَلِّمُ عَلی حَبِیبِہٖ وَنَجِیبِہٖ وَخِیَرَتِہٖ فِی خَلقِہٖ وَحَافِظِ سِرِّہٖ وَمُبَلِّغِ رِسَالَاتِہٖ، سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا اَبِی القَاسِمِ المُصطَفی مُحَمَّدٍ وَعَلی آلِہِ الاَطھَرِینَ المُنتَجَبِینَ، الھُدَاۃِ المُھدِیِّینَ المَعصُومِینَ، سِیَّمَا بَقِیَّۃَ اللہِ فِی الاَرَضِینَ وَصَلِّ عَلی اَئِمَّۃِ المُسلِمِینَ وَحُمَاۃِ المُستَضعَفِینَ وَھُدَاۃِ المُؤمِنِینَ۔ قَالَ اللہُ الحَکِیمُ فِی کِتَابِہٖ: "بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ۔ وَمَن یَعمَل سُوءً اَو یَظلِم نَفسَہُ ثُمَّ یَستَغفِرِ اللہَ یَجِدِ اللہَ غَفُوراً رَحِیماً"[۱]

ماہِ مبارکِ رمضان کہ جو ماہِ خدا، ماہ توبہ، تضرع، استغفار اور استغاثہ ہے، آپ تمام عزیزوں اور دنیا کے تمام مسلمانوں کو مبارک ہو۔

میں خطبہ اول کے آغاز میں آپ تمام عزیز نماز گزاروں کو تقوائے الٰہی کی رعایت کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ میں اس خطبے میں اس مہینے کی کچھ عظمتیں بیان کروں گا۔ یہ ماہ، ماہِ تقوا ہے اور روزہ رکھنا تقوا کا ایک وسیلہ ہے۔ تقوا مؤمن کے لئے دنیا و آخرت

۱۔ سورہ نساء، آیہ ۱۰۰، "اور جو بھی کسی کے ساتھ برائی کرے گا یا اپنے نفس پر ظلم کرے گا اس کے بعد استغفار کرے گا تو خدا غفور اور رحیم پائے گا۔"

کا ذخیرہ ہے، وہ مؤمن فرد ہو یا مؤمن معاشرہ۔ ہمیں امید ہے کہ خداوند اس مہینے میں ہمیں ایک ایک فرد اور ایرانِ اسلامی کے عظیم الشان معاشرے کو اس قیمتی ذخیرے میں سے عنایت فرمائے اور ہمیں اس سے نوازے۔

جو دعا ماہ مبارک کے دنوں میں وارد ہوئی، اس میں ہم یوں پڑھتے ہیں: ہٰذا شَہرُ الاِنَابَۃِ وہٰذَا شَہرُ الْعِتقِ مِنَ النّار یہ مہینہ، ماہِ توبہ، ماہِ استغفار اور خدا کی طرف پلٹنے کا مہینہ ہے۔ آج میں اسی مناسبت سے خطبہ اول میں استغفار کے بارے میں کچھ مطالب بیان کروں گا۔

استغفار یعنی اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی مانگنا اور مغفرت طلب کرنا۔ اگر استغفار صحیح طرح سے انجام پائے تو یہ انسان کے لیے برکاتِ الٰہی کے دروازے کھول دیتا ہے۔ ہر وہ چیز کہ جس کی الطافِ الٰہی میں سے ایک انسان اور ایک انسانی معاشرے کو ضرورت ہے ۔الٰہی فضیلتیں، رحمتِ الٰہی ، نورانیتِ الٰہی، ہدایتِ الٰہی، ، توفیقِ پروردگار، کاموں میں مدد اور مختلف میدانوں میں فتوحات ۔ان تمام چیزوں کے راستے ہمارے گناہوں کی وجہ سے بند ہو جاتے ہیں۔

گناہ ہمارے اور رحمتِ الٰہی کے درمیان پردہ بن جاتا ہے۔ استغفار کرنے سے پردہ ہٹ جاتا ہے، رحمتِ الٰہی اور بخششِ خدا کا راستہ کھل جاتا ہے۔ یہ استغفار کا فائدہ ہے۔ لہٰذا آپ قرآن کی مختلف آیات میں ملاحظہ کرتے ہیں کہ استغفار کے جہاں دنیاوی فوائد ہیں وہاں اس پر اخروی فائدے بھی مرتب ہوتے ہیں۔ مثلاً : ”وَیَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَیْہِ یُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَیْکُم مِّدْرَارًا“[۱]

قرآن کریم میں اس طرح کی بہت سی آیات ہیں۔ یہ سب اسی قابل فہم اور قابل توجیہ ہیں کہ استغفار کی برکت سے قلبِ انسان، جسمِ انسان اور انسانی معاشرے کی جانب برکاتِ الٰہی کا راستہ کھل جاتا ہے۔ لہٰذا استغفار اہم ہے۔

در حقیقت استغفار، توبہ کا ایک جز ہے، توبہ یعنی خدا کی طرف بازگشت۔ توبہ کے ارکان

۱۔ سورہ ہود، آیہ ۵۲، ”اے قوم خدا سے استغفار کرو پھر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ وہ آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا“

میں سے ایک رکن استغفار ہے؛ خدائے متعال سے معافی مانگنا خدا کی عظیم نعمتوں میں سے ایک ہے یعنی خداوند متعال نے بندوں کے لیے توبہ کا دروازہ کھول دیا ہے، تاکہ یہ راہ کمال میں آگے بڑھ سکیں اور گناہ انھیں اپاہج نہ کردے، کیوں کہ گناہ انسان کو انسانی بلندی سے گرا دیتا ہے۔ ہر گناہ روح انسان پر ایک چوٹ لگاتا ہے۔ گناہ انسانی پاکیزگی، معنویت، روحی، شادمانی اور روحِ انسان کی شفافیت کو نابود کردیتا ہے؛ روح کو مکدر اور گدلا کر دیتا ہے،انسان کے اندر موجود اس معنوی پہلو کی کہ جو انسان کو دوسرے موجودات عالم سے ممتاز کرتا ہے، شفافیت کو ختم کردیتا ہے، حیوانوں کے قریب کردیتا ہے؛گناہ اس طرح سے ہے۔

زندگی میں گناہ، انسان کے لیے معنوی پہلو کو برباد کرنے کے علاوہ ناکامی و ناامیدی کا باعث بنتے ہیں۔ انسانی سرگرمیوں کے بہت سے میدان ہیں کہ انسان جن میں ناکام ہوتا ہے، یہ ان گناہوں کی وجہ سے ہے جو اس سے انجام پاتے ہیں۔ یہ صرف تعبد یا الفاظ نہیں ہیں، بلکہ ان کی علمی، فلسفی اور نفسیاتی توجیہ بھی موجود ہے۔ کس طرح ہو سکتا ہے کہ گناہ انسان کو اپاہج کر دے؟ فرض کریں، جنگ احد میں کچھ مسلمانوں کی کوتاہی اور اور غلطی کی وجہ سے ابتدائی طور پر جیتی ہوئی جنگ شکست میں تبدیل ہو گئی۔ جنگ احد میں پہلے کامیابی حاصل ہوئی؛ بعد میں جن کمان داروں کو پہاڑ کے دامن موجود رہ کر محاذ جنگ کی پچھلی لین کو ناقابل نفوذ بنانا چاہیے تھا، انھوں نے غنیمت کے لالچ میں اپنا مورچہ چھوڑ دیا اور میدان جنگ کی طرف دوڑ پڑے۔ دشمن نے ان کے پیچھے سے چکر کاٹا اور اچانک شب خون مارا، مسلمانوں پر حملہ کردیا اور انھیں تارو مار کیا۔ اس وجہ سے جنگ احد میں شکست کھائی۔

سورہ آل عمران میں دس، بارہ یا اس سے بیشتر آیات جنگ احد کی شکست کے بارے میں ہیں۔ چوں کہ مسلمان روحی طور پر شدید ناآرامی و بے چینی کا شکار تھے، اس شکست کی انھیں بھاری قیمت ادا کرنی پڑی۔ آیات قرآن نے انھیں جہاں پر آرام و سکون پہنچایا وہاں پر ان کی راہ نمائی کی، انھیں سمجھایا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ کو یہ شکست برداشت کرنی پڑے، یہ شکست کہاں سے آئی، ان پر واضح کردیا۔ یہاں تک کہ اس آیت شریفہ

پر پہنچتے ہیں کہ وہ فرماتی ہے:
"إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا"[۱]
یہ جو آپ نے دیکھا کہ آپ میں سے بعض افراد نے دشمن کو پشت دکھائی اور شکست کھائی؛ ان کا مسئلہ پہلے سے طی شدہ تھا، یہ اندرونی طور پر مشکل کا شکار تھے۔ "إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا"[۲] شیطان نے انھیں ان کاموں کی وجہ سے لغزش اور غلطی کرنے پر آمادہ کیا جو وہ پہلے انجام دے چکے تھے۔ یعنی گزشتہ گناہ اپنا اثر محاذ پر ظاہر کرتے ہیں؛ فوجی محاذ پر، سیاسی محاذ پر، دشمن کے ساتھ مقابلے میں، زندگی کے محاذ میں، تعلیم و تربیت کے کام میں، جس مقام پر استقامت کی ضرورت ہے، جس جگہ پر دقیق فہم و ادراک ضروری ہے، جس مقام پر انسان کو فولاد کی طرح کاٹتے ہوئے آگے بڑھنا چاہیئے، موانع اس کے لئے رکاوٹ نہ بنیں، اس مقام پر ہے کہ گناہ اپنا اثر دکھاتے ہیں۔ البتہ یہ ایسے گناہوں کا اثر ہے کہ جن سے خالص توبہ اور حقیقی استغفار حاصل نہ ہوئی ہے۔

اسی سورت میں ایک اور آیت ہے کہ جو اسی مطلب کو دوسرے انداز میں بیان کرتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جس وقت قرآن یہ کہنا چاہتا ہے کہ اس میں کوئی حیرانگی نہیں ہے کہ آپ لوگوں نے شکست کھائی ہے، آپ کو محاذ جنگ پر مشکل کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس طرح کے مسائل پیش آتے رہتے ہیں، اس سے پہلے بھی پیش آئے ہیں، وہ فرماتا ہے: "وَكَأَيِّن مِّن نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا"[۳]

یعنی کیا ہوا ہے، اس کیا وجہ ہے کہ آپ نے جنگ احد میں شکست کھائی، ابھی تک آپ سب بے چین و متلاطم ہیں، ناراحت ہیں، کمزوری کا احساس کرتے ہیں، بعض مایوسی کا احساس کرتے ہیں، چونکہ بعض افراد قتل ہوگئے ہیں، نہیں؛ گزشتہ انبیا بھی میدان جنگ میں حادثات کا سامنا کرتے رہے ہیں۔ جو کچھ پیش آتا، وہ اس سے کمزوری

۱۔ سورہ آل عمران، آیہ ۱۵۵
۲۔ سورہ آل عمران، آیہ ۱۵۵
۳۔ سورہ آل عمران، آیہ ۱۴۶

کا احساس نہیں کرتے تھے، سستی کا احساس نہیں کرتے تھے۔
خوب؛ اس کے بعد فرماتا ہے: "وَمَا کَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا"[۱] یعنی ماضی میں جب جنگوں اور مختلف حادثات میں انبیا کے اصحاب اور حواری کسی مشکل سے دچار ہوتے تو وہ پروردگار کی بارگاہ میں التجا کرتے ہوئے عرض کرتے: "رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا" خدایا! ہمارے گناہ معاف کردے، "وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا" ہم نے اپنے کام میں جو زیادہ روی پر توجہ نہیں دی، اسے معاف کردے۔ در حقیقت یہ آیت بتا رہی ہے کہ حادثہ اور مصیبت اس چیز سے رونما ہوتی ہے جو آپ اپنے گناہوں کے ذریعے فراہم کرتے ہیں۔ یہ گناہوں کا مسئلہ ہے۔ لہٰذا آپ ملاحظہ کریں! ایسے گناہ کہ جو انسان انجام دیتا ہے، ان کا سبب گوناگون مخالفتیں ہیں، اسی طرح یہ شہوت رانی، دنیا طلبی، لالچ، مالِ دنیا کی حرص، دنیاوی عہدے کے ساتھ چمٹنے اور انسان کے پاس موجود مال و دولت میں بخل اور کنجوسی کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ گناہ ان چیزوں کے باعث وجود میں آتے ہیں، حسد سے پیدا ہوتے ہیں، کنجوسی سے وجود میں آتے ہیں، حرص کی وجہ سے ہوتے ہیں، شہوت کے باعث وجود میں آتے ہیں، غضب کی وجہ سے ہوتے ہیں۔
یہ مختلف قسم کے گناہ یقینی طور پر انسان کے وجود میں دو طرح کے اثرات چھوڑتے ہیں۔ ایک معنوی اثر ہے کہ جو روح کو روحانیت سے گرا دیتا ہے، نورانیت سے خارج کردیتا ہے، انسان میں معنویت کو کمزور کردیتا ہے اور انسان پر رحمتِ الٰہی کے دروازے بند کردیتا ہے دوسرا اثر یہ ہے کہ اجتماعی مبارزات کے میدان میں، زندگی کی حرکت کے میدان میں، جہاں پر مقاومت کی احتیاج ہو، جہاں پر ارادۂ انسانی کے اقتدار کو ظاہر کرنے کی ضرورت ہو، وہاں پر گناہ انسان کا گریبان پکڑ لیتے ہیں، اگر کوئی دوسرا ایسا عامل نہ ہو کہ جو اس کمزوری کو دور کرے تو یہ انسان کو ختم کر دیتے ہیں۔ البتہ بعض اوقات کچھ دوسرے عوامل موجود ہوئے ہیں کہ ممکن ہے کہ وہ انسان کے اندر اچھی صفت کے طور پر ہوں کہ وہ اس کا ازالہ کریں، ایک اچھا کام ہو کہ جو ازالہ کرے۔ گفتگو ان موارد سے متعلق نہیں ہے۔ گناہ کی یہ تاثیر فی نفسہ اور خودبخود ہے۔

---

۱۔ سورہ آل عمران، ۱۴۷

خوب، اس وقت خدا آیا اور اس نے انسان کو ایک عظیم نعمت عطا فرمائی، وہ نعمت، نعمتِ مغفرت ہے؛ یعنی اس نے فرمایا ہے کہ اگر آپ نے کوئی کام کیا ہے تو اس کے اثرات کا باقی رہنا ضروری ہے، یوں کہ اگر آپ نے اپنے بدن میں ایک جراثیم داخل کیا ہے تو بیماری ناقابل اجتناب اور ناگزیر ہے، اگر آپ نے اپنے بدن پر زخم لگایا ہے تو اس کا لگنا ناگزیر ہے، اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ اثر ختم ہو؛ یہ بیماری، یہ زخم نابود ہو تو اس کے لئے خداوند متعال نے ایک دروازہ کھولا ہے، وہ توبہ کا دروازہ ہے، استغفار کا دروازہ ہے، خدا کی طرف لوٹنے کا دروازہ ہے۔ اگر آپ لوٹ آئیں گے تو خداوند متعال اس کی تلافی کرے گا۔ یہ ایک عظیم نعمت ہے جو خداوند متعال نے ہمیں عطا فرمائی ہے۔

صحیفہ سجادیہ کی پنتالیسویں (۴۵) دعا کہ جو ماہ مبارک رمضان کو الوداع کرنے کی دعا ہے، اس میں یہ عبارت ہے کہ حضرت امام سجاد علیہ السلام خداوند قدوس کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

أَنْتَ الَّذِي فَتَحْتَ لِعِبَادِكَ بَاباً إِلَى عَفْوِكَ تو وہ ہے کہ جس نے اپنے بندوں کے لیے اپنی عفو و بخشش کا دروازہ کھولا ہے۔ وَسَمَّيْتَهُ التَّوْبَةَ تو نے اس کا نام باب توبہ رکھا ہے۔ وَجَعَلْتَ عَلَى ذَلِكَ الْبَابِ دَلِيلاً مِنْ وَحْيِكَ لِئَلَّا يَضِلُّوا عَنْهُ تو نے اس دروازے پر اپنی وحی، اپنے قرآن سے ایک راہ نما کھڑا کیا ہے تاکہ تیرے بندے یہ دروازہ گم نہ کریں۔ کچھ کلمات کے بعد کچھ اور جملات فرماتے ہیں: فَمَا عُذْرُ مَنْ أَغْفَلَ دُخُولَ ذَلِكَ الْمَنْزِلِ بَعْدَ فَتْحِ الْبَابِ وَإِقَامَةِ الدَّلِيلِ؟ پس انسان کے پاس کون سا عذر ہے کہ وہ اس کھلے ہوئے دروازے سے فائدہ نہ اٹھائے اور مغفرت الٰہی سے استفادہ نہ کرے؟ مغفرت الٰہی کا راستہ استغفار ہے، یعنی طلب مغفرت! ضروری ہے کہ خدا سے مغفرت طلب کریں۔ میں نے پیغمبر اسلام کی ایک حدیث لکھی ہے کہ اس کے مطابق آپ نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ تَعَالَى يَغْفِرُ لِلْمُذْنِبِينَ إِلَّا مَنْ لَا يُرِيدُ أَنْ يُغْفَرَ لَهُ [۱] اس روایت کے مطابق رسول خداؐ نے ایک دن اپنے اصحاب سے فرمایا: اللہ تعالیٰ گناہ گاروں کو بخش دیتا ہے مگر وہ کہ جسے وہ معاف نہ کرنا چاہتا ہو۔ اس کے بعد اصحاب نے سوال کیا:

---

۱۔ مستدرک الوسائل، ابواب جہاد النفس، باب وجوب الاستغفار من الذنب والمبادرۃ بہ قبل سبع ساعات

قَالُوا یَا رَسُولَ اللہِ مَنِ الَّذِی یُرِیدُ اَن لَایُغفَرَ لَہُ    وہ کون ہے جسے خدا بخشنا نہیں چاہتا؟
قَالَ مَنْ لَا یَسْتَغْفِرُ    فرمایا: جو استغفار نہیں کرتا ہے۔ پس استغفار ، باب توبہ کی چابی ہے، باب مغفرت کی چابی ہے۔ استغفار کے ذریعے بخشش الٰہی حاصل کی جا سکتی ہے۔ استغفار اس قدر اہم ہے۔ استغفار یعنی خدا سے مغفرت طلب کرنا۔

اب میں اس کے بارے میں چھوٹے چھوٹے دو تین نکتے عرض کرتا ہوں کہ شاید انشاء اللہ یہ وسیلہ ہوں کہ ہم اس ماہ رمضان میں استفادہ کر سکیں۔ ہم تھوڑے سے خدا کے قریب ہوں اور رحمت الٰہی کے اس کھلے ہوئے دروازے سے استفادہ کریں کہ یہ ہماری ملت، ہمارے معاشرے کی دنیا و آخرت اور ہمارے سامنے موجود مختلف میدانوں میں پیش رفت کرنے کے لیے انتہائی ضروری اور مفید ہے۔

پہلا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم استغفار اور اس نعمتِ الٰہی کو حاصل کرنا چاہتا ہوں تو ضروری ہے کہ ہم دو عادتوں کو ترک کریں۔ ایک غفلت ہے اور دوسری تکبر۔ غفلت، یعنی انسان بالکل متوجہ نہ ہو، آگاہ نہ ہو کہ وہ کوئی گناہ انجام دے رہا ہے۔ جیسا کہ اس طرح کے بعض لوگ موجود ہیں۔ مجھے ان کے کم یا زیادہ ہونے سے کوئی غرض نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ بعض معاشروں میں اس طرح کے بہت سے لوگ موجود ہوں اور بعض میں کم۔ بہرحال دنیا میں اس طرح کا انسان ہے کہ جو غافل ہے، وہ گناہ کرتا ہے لیکن متوجہ نہیں ہوتا ہے کہ اس نے جو کام انجام دیا ہے وہ غلط ہے۔ جھوٹ بولتا ہے، سازش کرتا ہے، غیبت کرتا ہے، نقصان پہنچاتا ہے، تباہی پھیلاتا ہے، قتل کا مرتکب ہوتا ہے، مختلف اور بے گناہ لوگوں کے خلاف ساز باز کرتا ہے، ملتوں کے لیے وحشتناک قسم کے خواب دیکھتا ہے، لوگوں کو گمراہ کرتا ہے لیکن متوجہ نہیں ہے کہ وہ غلط کام کررہا ہے۔ اگر کوئی اس سے کہے کہ تم گناہ انجام دے رہے ہو تو ممکن ہے کہ وہ اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے قہقہہ لگائے اور مزاق اڑائے؛ گناہ؟! کون سا گناہ؟ گناہ کیا ہے؟

بعض غافل افراد بالکل ثواب و عقاب کے قائل نہیں ہیں، بعض ثواب و عقاب کا عقیدہ رکھتے ہیں لیکن غفلت میں غرق ہیں، وہ بالکل متوجہ نہیں ہیں کہ وہ کیا کر

رہے ہیں۔ اگر ہم اس میں تھوڑا سا باریک بینی سے کام لیں تو ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں ملاحظہ کریں گے کہ ہماری زندگی کے بعض حالات غافلین کے حالات کے مانند ہیں۔ غفلت ایک عجیب چیز ہے، یہ بہت بڑا خطرہ ہے۔ شاید در واقع غفلت سے بڑھ کر کوئی بھی چیز انسان کے لیے خطرناک نہ ہو، غفلت سے بڑا کوئی دشمن نہ ہو۔

غافل انسان کبھی بھی استغفار کی فکر نہیں کرتا۔ اسے بالکل یاد نہیں آتا ہے کہ وہ گناہ کر رہا ہے، وہ گناہ میں غرق ہے، بے ہوش ہے، نیند میں ہے؛ در واقع وہ اس آدمی کی طرح ہے کہ جو نیند میں کوئی حرکت انجام دیتا ہے۔ لہٰذا اہل سلوک اخلاقی، تہذیب نفس و اخلاق کے مسلک کے بیان میں اس منزل کو کہ جس سے انسان غفلت سے نکلنا چاہتا ہے، منزل یقظہ یعنی بیداری کی منزل کہتے ہیں۔

قرآن کی اصطلاح میں غفلت کا مد مقابل نقطہ تقوا ہے، یعنی ہوش میں ہونا، ہمیشہ اپنی حفاظت کرنا۔ اگر غافل انسان سے دسیوں گناہ سرزد ہو جائیں، اسے بالکل احساس نہیں ہوتا ہے کہ اس نے گناہ کیے ہیں۔ اس کا نقطۂ مقابل پرہیز گار انسان ہے، اس سے کوئی چھوٹا سا گناہ بھی سرزد ہو جائے تو وہ فوراً متوجہ ہو جاتا ہے کہ اس نے گناہ کیا ہے، وہ اس کا ازالہ کرنے کی فکر میں لگ جاتا ہے: "إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا"[۱]

جونہی شیطان ان کے قریب سے گزرے، ان پر شیطان کا سایہ پڑے، انھیں شیطان کی ہوا لگے تو فوراً حساس ہو جاتا ہے کہ انھیں شیطان نے ڈس لیا ہے، وہ اشتباہ اور غفلت سے دوچار ہو چکے ہیں۔ "تَذَكَّرُوا" وہ فوراً یاد کرتے ہیں: "فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ" ایسے انسان کی آنکھیں کھلی ہوتی ہیں۔ غفلت، استغفار کے لیے ایک بہت بڑا مانع ہے۔

میرے عزیز بھائی بہنوں! متوجہ رہیں، یہ خطاب صرف خاص افراد کے لیے نہیں ہے کہ ہم کہیں کہ کم معلومات رکھنے والے افراد، جاہل یا جوان یا کم سن کو شامل ہے، ایسا نہیں ہے، تمام بزرگ، علما، دانشور، برجستہ افراد، عظیم شخصیات، چھوٹے، بڑے، امیر، غریب سب کو متوجہ رہنا چاہیے کہ کم از کم بعض اوقات غفلت ان کا گریبان

---

۱۔ سورہ اعراف، آیہ۲۰۱

بھی پکڑ لیتی ہے، وہ بھی غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بالکل ان سے گناہ سرزد ہوتا ہے اور وہ توجہ نہیں کرتے ہیں کہ وہ گناہ انجام دے رہے ہیں۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔

یہ گناہ جو میں اور آپ انجام دیتے ہیں اور توجہ نہیں کرتے، کیوں کہ ہمیں معلوم نہیں ہے کہ ہم نے گناہ کیا ہے، ہم اس گناہ سے توبہ و استغفار بھی نہیں کرتے ۔ بعد میں جب روزِ قیامت ہوگا، ہماری آنکھ کھلے گی تو اس وقت دیکھیں گے کہ ہمارے اعمال نامے میں عجیب و غریب قسم کی چیزیں لکھی ہوئی ہیں۔ اس وقت انسان حیران ہو کر کہے گا کہ میں نے یہ سب کام کب انجام دیے ہیں؟ اسے بالکل یاد نہیں ہے، یہ غفلت کا گناہ ہے، یہ غفلت کا اعتراض ہے۔ پس غفلت ، استغفار کے راستے میں ایک رکاوٹ ہے۔

دوسرا مطلب غرور ہے۔ غرور کا معنی مغرور ہونا ہے۔ انسان جب کوئی چھوٹا سا کام انجام دیتا ہے تو وہ مغرور ہو جاتا ہے کہ دعا اور روایت میں اسے اَلاِغتِرارُ بِاللّٰہِ سے تعبیر کیا گیا ہے ۔ صحیفہ سجادیہ کی چھالیسویں (۴۶) دعا کہ جو روزِ جمعہ پڑھی جاتی ہے، اس میں ایک عبارت ایسی ہے کہ جو انسان کو ہلا کر رکھ دیتی ہے۔ میں اس دعا کا کچھ حصہ لکھ کر لایا ہوں، امام سجادؑ فرماتے ہیں:

وَالشِّقَاءُ الْاَشْقیٰ لِمَنِ اغْتَرَّ بِکَ [1] سب سے بڑی شقاوت اور بد بختی اس کے لیے ہے کہ جو تمھارے سامنے مغرور ہو۔ مَا اَکْثَرَ تَصَرُّفَہُ فِیْ عَذَابِکَ، مَا اَطْوَلَ تَرَدُّدَہُ فِی عِقَابِکَ، وَمَا اَبْعَدَ غَایَتَہُ مِنَ الْفَرَجِ، وَاَقْنَطَہُ سُھُوْلَۃِ الْمَخْرَجِ ۔ جو کوئی مغرور ہوتا ہے، روایت کی تعبیر کے مطابق وہ اغترار باللہ سے دچار ہوتا ہے، وہ اس طرح سے ہے جیسے آبادی سے بہت دور ہے۔ اس کا ہاتھ رہائی اور سلامتی تک نہیں پہنچتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ اس لیے کہ اُس نے جو بھی چھوٹا سا کام انجام دیا، ایک دو رکعتیں نماز پڑھی، مثلاً لوگوں کی خدمت انجام دی، کسی قرض الحسنہ میں رقم ڈالی یا راہ خدا میں کوئی کام انجام دیا ہے تو فوراً مغرور ہو جائے گا کہ ہم نے خدا کے نزدیک اپنا کام درست کر لیا ہے، ہم نے اپنا حساب کتاب

ا۔ صحیفہ سجادیہ دعا نمبر ۴۶۔ یہ دعا عید فطر کی نماز کے بعد اور روز جمعہ پڑھی جاتی ہے۔ "اور بد ترین بد بختی اسی کے لئے ہے جس نے تیری (چشم پوشی سے) فریب کھایا۔ ایسا شخص کس قدر تیرے عذاب میں الٹے پلٹے کھاتا اور کتنا طویل زمانہ تیرے عقاب میں گردش کرتا رہے گا۔ اور اس کی رہائی کا مرحلہ کتنی دور اور بآسانی نجات حاصل کرنے سے کتنا مایوس ہوگا۔"

پورا کردیا ہے۔ ہمیں کسی چیز کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وہ ان باتوں کو زبان پر نہیں لاتا لیکن اس کے دل میں ایسا ہے۔

گناہوں کو حقیر سمجھنے سے ڈریں۔ یہ جو خدا نے توبہ کا دروازہ کھولا ہے اور فرمایا ہے کہ میں گناہوں کو بخش دیتا ہوں، اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ گناہ کوئی حقیر اور چھوٹی چیز ہے۔ آغا ایسا نہیں ہے۔ بعض اوقات گناہ انسان کے حقیقی وجود کو بالکل ضائع کردیتے ہیں، اسے نابود کردیتے ہیں۔ ایک بلند مرتبہ انسان کی انسانی حیات کو ایک نجس، گندے، گھٹیا اور درندے حیوان میں تبدیل کر دیتے ہیں۔گناہ کا یہ کام ہے۔گناہ کو حقیر شئی مت سمجھیں۔ جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، انسانی کی شرافت سے بے اعتنائی کرنا، ظلم کرنا، اگرچہ انسان ایک کلمے کی حد تک کسی پر ظلم کرے؛ یہ کوئی کم اور چھوٹے گناہ نہیں ہیں۔

ضروری نہیں ہے کہ اگر انسان چاہے توگناہ کا احساس کرے؛ یقیناً وہ کئی سالوں تک گناہ میں غرق رہے، تا کہ اب گناہ کااحساس کرے۔ ایسا نہیں ہے؛ ایک گناہ بھی گناہ ہے۔ گناہ کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔ ہمارے پاس روایات میں اِستِحقَارُالذّنُوبِ کا باب موجود ہے۔ ان میں گناہ کو حقیر شمار کرنے کی مذمت کی گئی ہے۔ خداوند متعال نے جو فرمایا ہے کہ میں بخشتا ہوں، اس کی علت اور وجہ یہ ہے کہ خدا کی طرف بازگشت، خدا کی طرف توجہ اور ذکر خدا اس قدر اہم ہے کہ اگر کوئی اسے سچے دل سے، درست اور خالص انجام دے تو اس وقت یہ بیماری ختم ہو جائے گی جس کا علاج مشکل ہے۔ اس بنا پر نیک کام کرنے پر مغرور ہونا - وہ نیک کام کہ جسے ہم نیک خیال کرتے ہیں، بعض دفعہ کوئی نیک کام جسے ہم نیک خیال کرتے ہیں، ممکن ہے کہ وہ اس قدر نیک نہ ہو یا بہت زیادہ اہمیت کا حامل نہ ہو۔ بہر حال آپ نے جو بھی نیک کام کیا ہے اس پر غرور مت کریں۔ یہ غرور اس بات کا باعث بنتا ہے کہ آپ استغفار نہ کریں۔

صحیفہ سجادیہ کی ایک اور دعا میں ہے - واقعاً کس قدر معرفت، کس قدر بیان۔کہ حضرت امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں: راستہ یہ ہے: فَاَنّا اَنتَ یَا اِلٰھی فَاَہلٌ اَن لَایَغتَرَّ بِکَ

الصِّدِّیقُونَ [1] صدیقین کہ جو بندگی کا بلند ترین مرتبہ ہے، وہ بھی اس پر مغرور نہ ہوں کہ ہم صحیح طرح سے راہ خدا پر چلے ہیں، لہٰذا مزید کام اور کوشش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے؛ ایسا نہیں ہے؛ اَن لّایَغُرَّنَّکَ الصِّدِّیقُونَ یہ بھی استغفار سے مانع ہے۔ اگر غفلت نہ ہوتی تو اغترار باللہ بھی نہ ہوتا، خود فریبی و سرکشی نہ ہوتی۔ اُس وقت انسان استغفار کرتا ہے۔

اگلا نکتہ یہ ہے کہ وہ استغفار جو راستہ کھولتا ہے اس سے مراد حقیقی استغفار، سچا استغفار اور حقیقی طلب ہے۔ فرض کریں آپ ایک بہت بری مشکل میں گرفتار ہیں اور خداوند متعال سے اس مشکل سے نجات چاہتے ہیں، مثلاً فرض کریں کہ آپ کا کوئی عزیز کسی مشکل سے دچار ہے، آپ ہر قسم کی کوشش کے باوجود اس مشکل کو برطرف نہیں کر سکے؛ اب آپ پروردگار عالم سے متوسل ہوتے ہیں اور دعاؤ تضرع و گریہ زاری کرتے ہیں۔ دیکھیں؛ اگر انسان کا فرزند یا کوئی عزیز کسی بیماری میں مبتلا ہے اور انسان خداوند کے دروازے پر جاتا ہے اور دعا کی حالت پیدا کرتا ہے۔ اس وقت دیکھیں کہ انسان کس طرح خدا سے طلب کرتا ہے، خدا سے گناہوں کی معافی اِس طرح سے مانگیں؛ حقیقت میں مغفرت طلب کریں اور پکا ارادہ کریں کہ اس گناہ کو دوبارہ انجام نہیں دوں گا۔

البتہ ممکن ہے کہ انسان پکا ارادہ کرے کہ وہ گناہ انجام نہیں دے گا، اس کے باوجود لغزش سے دچار ہو جاتا اور گناہ کو انجام دیتا ہے۔ وہ دوبارہ توبہ کر لیتا ہے۔ اگر چنانچہ انسان سو (۱۰۰) بار توبہ شکنی سے دچار ہو تو پھر بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ ہاں، آپ جو توبہ و استغفار کر رہے ہیں، آپ کا پہلے سے یہ ارادہ نہیں ہونا چاہیے کہ میں اب اچھی طرح سے توبہ کر لیتا ہوں، پھر دوبارہ جاؤں گا اور اسی غلط کام کو انجام دوں گا۔ یہ تو توبہ نہ ہوئی۔

میں نے ایک روایت پڑھی ہے، میرے خیال میں وہ حضرت امام رضا علیہ السلام یا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلّام سے ہے؛ فرماتے ہیں: "مَنِ اسْتَغْفَرَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ یَنْدَمْ بِقَلْبِهِ فَقَدِ

---

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا۳۹، بخشش و رحمت کی درخواست۔

اِسۡتَھزَأَبِنَفۡسِہٖ”[1]

جو کوئی زبان سے تو توبہ و استغفار کرتا ہے لیکن دل سے نادم نہیں ہے۔ وہ خوش حال بھی ہے کہ اس نے گناہ کو انجام دیا ہے؛ زبان سے اَسۡتَغۡفِرُواللّٰہَ بھی کہتا ہے، اس روایت کے مطابق امام علیہ السلام نے ےفرمایا ہے کہ یہ شخص اپنی ذات کے ساتھ مسخرہ کر رہا ہے۔ یہ کس طرح کا استغفار ہے؟ یہ استغفار نہیں ہے۔ استغفار، یعنی انسان پلٹ آئے، خلوص کے ساتھ خدائے متعال سے التجا کرے کہ وہ انسان کے اس غلط کام کو بخش دے۔ انسان کس طرح پکا ارادہ کرتا ہے اور پھر اسی گناہ کو انجام دیتا ہے، اس کا دل کرے گا کہ خدائے متعال سے بخشش طلب کرے؟!

توبہ برلب، سبحہ در کف، دل پر از شوق گناہ　　معصیت را خندہ می آید ز استغفار ما

لب پر توبہ، ہاتھ میں تسبیح اور دل گناہ کے شوق سے پر ہے، گناہ کو ہمارے اس استغفار پر ہنسی آتی ہے۔

یہ کیسا استغفار ہے؟! یہ استغفار کافی نہیں ہے، استغفار حقیقی اور پر خلوص ہونا چاہیے استغفار صرف کچھ خاص افراد کے ساتھ مخصوص نہیں ہے کہ ہم کہیں کہ فقط وہی لوگ استغفار کریں جنھوں نے بہت زیادہ گناہ کیے ہیں۔ تمام انسانوں حتی کہ انبیا کو بھی استغفار کرنے کی ضرورت ہے: ”لِیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ“[2]

استغفار یا تو ان گناہوں سے ہے جو ہم نے انجام دیے ہیں یا اخلاقی گناہوں سے ہے۔ اگر فرض کریں کہ ہم نے کوئی بھی گناہ انجام نہیں دیا؛ البتہ ایسے انسان بہت کم ہیں کہ جن کے نامۂ اعمال میں جھوٹ ہو نہ غیبت، ظلم ہو نہ مخالفت؛ شہوت رانی ہو نہ کسی کی توہین، نہ دوسروں کہ مال میں تجاوز؛ کوئی بھی، کوئی بھی، کوئی بھی گناہ نہ ہو ۔لیکن اس طرح کے بہت سے آدمی ہیں کہ جن کی بدن اور اعضاکے گناہ نہیں ہیں جبکہ وہ اخلاقی اور دوسرے گناہ میں مبتلا ہیں۔ یہی شخص جو کوئی بھی گناہ نہیں کرتا؛ اگر چنانچہ لوگوں کے اندر جائے، انھیں دیکھ کر کہے، یہ بے چارے لوگ، سب گناہ میں مشغول

---

۱۔ امام رضاؑ، بحارالانوار، کتاب الروضہ، ابواب المواعظ و الحکم، باب مواعظ الرضا: ج۱۱
۲۱۔سورہ فتح،آیہ ۲۔” تاکہ اللہ آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دے“

ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو محفوظ رکھا ہے، ہم گناہ نہیں کرتے۔ اپنے آپ کو ان سے بالاتر سمجھے؛ یہ خود ایک گناہ ہے؛ اس کے لیے استغفار کی ضرورت ہے، یہ خود ایک طرح کا تنزل اور سقوط ہے۔ انسان کی تحقیر، اپنے آپ کو دوسروں سے افضل سمجھنا، اپنے کام کو دوسروں کے کام سے بہتر خیال کرنا، یا بعض دوسری گندی اخلاقی صفات کہ جو انسانوں میں پائی جاتی ہیں، جیسے حسد، لالچ، اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھنا اور اِن کی مانند دوسری چیزیں؛ ان سب کے لیے استغفار کرنا ضروری ہے۔

اگر ہم فرض کریں کہ کوئی ایسا انسان ہے جس میں یہ چیزیں نہیں پائی جاتیں؛ خوب، توحید اور معرفت پروردگار کا باب کوئیمحدود باب نہیں ہے، ایک محدود راستہ اور بند گلی نہیں ہے؛ اس کی انتہا نہیں ہے۔ تمام انبیا و اولیا اس میں ترقی اور پیش رفت کرنے میں مشغول ہیں، تکامل نفس میں مشغول ہیں، وہ ذاتِ حق کی صفات کمالیہ اور ذات مقدس پروردگار کی بیشتر معرفت حاصل کرنے میں مشغول ہیں۔ یہ اس راستے میں جتنی مقدار میں پیش رفت نہیں کرتے ہیں ، یہ ایک کمی ہے، یہ ایک عقب ماندگی ہے، ایک معنوی کمزوری ہے۔ ان تمام چیزوں کے لیے استغفار ضروری ہے۔

استغفار سب کے لیے ہے۔ لہٰذا آپ ملاحظہ کرتے ہیں کہ ائمہ علیھم السلام کی دعاؤں میں کس قدر سوز و گداز ہے۔ ہاں یہ دوسروں کو سیکھانے کے لیے ہے-کام کی شکل میں بھی اور مضمون کی صورت میں بھی- اصلی قضیہ یہ نہیں ہے۔ اصل قضیہ اس نیک بندے اور بزرگوار انسان کی خود حالتِ طلب ہے، یہ سوز و گداز خود ان کے اپنے لیے ہے۔ استغفار اور خدا سے طلبِ عفو خود اپنی ذات کے لیے ہے۔ یہ عذاب الٰہی سے خوف، قربتِ خدا حاصل کرنے کا رجحان او ر رضوانِ الٰہی کی طرف توجہ خود ان سے مربوط ہے۔ واقعاً استغفار اور خدا سے عفو و گذشت خود ان کے لیے ہے۔

ممکن ہے مباحات کی طرف توجہ؛ مثلاً زندگی میں کچھ مباحات ہیں - مباح لذتیں، مباح کام - یہ اس انسان کے لئے کہ جو بلند درجے پر فائز ہے،ایک طرح کاسقوط اور انحطاط شمار ہو ۔ اس کا دل چاہتا ہے کہ وہ مادی و جسمانی ضروریات میں محصور نہ ہوتااوران مباحات اور زندگی کےمادی مسائل کی طرف توجہ نہ کرتاتو وہ معرفت کی راہ

اور رضوان الٰہی کی طرف اس نامحدود وادی میں بیشتر آگے نکل جاتا۔ جب ایسا نہ ہو سکے تو وہ استغفار کرتا ہے۔ پس استغفار سب کے لئے ہے۔

یہ استغفار کے بارے میں کچھ جملے تھے کہ جو میں نے ماہ مبارک رمضان کی مناسبت سے عرض کیے ہیں میرے عزیزو! ماہ مبارک رمضان کو استغفار کے لئے غنیمت شمار کریں۔ خداوند متعال سے مغفرت طلب کریں۔

اگر ہماری ملت اس جذبہ فداکاری کے ساتھ، استقامت کے ساتھ کہ جس کا مظاہرہ کیا ہے، اس بڑے کام کے ساتھ کہ جو ملت نے انجام دیا ہے، ان نورانی اور نیک جوانوں کے ساتھ کہ جو ہماری قوم میں ہیں۔ کہ اس طرح جوان، اس تعداد میں دنیا کے کسی خطے میں نہیں ہیں۔ ان خواتین، مردوں، ماوں اور گوناگون فداکاریوں کے ساتھ کہ جوان لوگوں نے سرانجام دی ہیں، یہ ملت مادی معنوی، دنیاوی، اخروی میدانوں میں بہت زیادہ پیشرفت اور ترقی کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ یہ ملت رحمتِ الٰہی کو استغفار کے وسیلہ سے اپنی جانب دعوت دے۔

سب کے سب استغفار کریں، وہ لوگ جو کہ اہلِ عبادت ہیں، وہ لوگ جو کہ امرِ عبادت میں متوسط ہیں، وہ لوگ حتیٰ کہ جو کہ عبادت کرتے ہیں سست ہیں اور صرف واجبات ادا کرنے پر اکتفا کرتے ہیں، وہ لوگ کہ جو حتیٰ کہ خدا نخواستہ جس سے بعض واجبات بھی چھوٹ جاتے ہیں؛ تمام کے تمام متوجہ ہوں، خدا اور ان کے درمیان یہ رابطہ انھیں آگے لے جائے گا۔ خداوند متعال سے مغفرت طلب کریں، خدا سے معافی مانگیں، خدا سے بخشش کا سوال کریں، خداوند سے التجا کریں کہ اس مانع یعنی گناہ کو اٹھالے، اس بادل کو اپنی فضیلتوں اور فیض و لطف کے خورشید کے سامنے سے ختم کردے۔

میں جمعہ کی ظہر کے وقت پہلے خطبے کے آخر میں چند ایک دعا کرتا ہوں۔

نَسئَلُکَ اللّٰھُمَّ وَنَدعُوکَ بِاِسمِکَ الْعَظِیمِ الْاَعْظَمِ الْاَعَزِّ الْاَجَلِّ الْاَکرَمِ وَبِحُرمَۃِ اَسمَائِکَ وَبِحُرمَۃِ اَولِیَائِکَ

یَا اللّٰہُ، یَا اللّٰہُ، یَا اللّٰہُ، یَا اللّٰہُ، یَا اللّٰہُ، یَا اللّٰہُ، یَا اللّٰہُ، یَا اللّٰہُ، یَا اللّٰہُ، یَا اللّٰہُ۔

پروردگارا! ہمیں اپنے صالح بندوں میں قرار دے۔

پروردگارا! ہم سب کو حقیقی معنی میں استغفار، توبہ اور اپنی طرف پلٹنے کی توفیق عطا فرما۔
پروردگارا! اپنے لطف و فیض کے انوار جو تو نے مختلف جہات سے ہمیشہ اس ملت پر روشن کیے ہیں، انھیں پھر بھی اس ملت پر زیادہ سے زیادہ روشن فرما۔ پرودگارا! ہماری کوتاہیوں، غلطیوں اور خلاف ورزیوں کو بخش دے۔
پروردگارا! ہماری خطاؤں کو، ہماری نادانیوں کو، ہماری کم معرفتیوں کو اور ہماری کمیوں کو اپنی رحمت، مغفرت اور عفو میں شامل فرما۔
پروردگارا! نیک و پاک افراد کے صدقے، نورانی دلوں کہ جو ہمارے معاشرے، ہمارے عوام کے درمیان اور ان افراد کے درمیان ہیں کہ جو آج یہاں پر ہیں، کے صدقے میں،
پروردگارا! جہالت کے غبار اور ظلم کے پردے کو ہمارے دلوں سے دور فرما۔
پروردگارا! ہمیں اپنی معرفت نصیب فرما۔
پروردگارا! ہم سب کو اپنے راستے اور کمال انسانی کے راستہ پر چلنے کی توفیق عنایت فرما۔
پروردگارا! ہمارے گناہوں کو بخش دے۔
پروردگارا! اس ملت پر اپنے لطف و کرم کا روز بروز اضافہ فرما۔
پروردگارا! اس قوم و ملک کے دشمنوں، اس انقلاب کے دشمنوں، وہ لوگ جو تجھ سے بےگانے ہیں، تجھ سے ناراض ہیں، تجھ سے دور ہیں۔ اس ملت کے اس وجہ سے دشمن ہیں کہ اس کا تیرے ساتھ رابطہ ہے؛پروردگارا! ان دشمنوں کے شر سے اس ملت کو محفوظ رکھ، ان کی شر کو ان کی طرف پلٹا دے، اس ملت کو تمام میدانوں میں کامیابی نصیب فرما
۔پروردگارا! ہمیں اس مہینے میں قرآن کے ساتھ انس اور قرآنی معارف کے نزدیک ہونے کی توفیق عنایت فرما۔ ہمارے مرحومین کو، بالخصوص ہمارے امام بزرگوار کو، اور ہمارے شہدائے گرامی کی ارواح مطہرہ کو اپنی رحمت و مغفرت میں شامل فرما۔

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِین، نَحْمَدُہُ وَنَسْتَعِینُہُ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیہِ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَسْتَغفِرُہُ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی حَبِیبِہٖ وَنَجِیبِہٖ وَخِیَرَتِہٖ فِی خَلقِہٖ، حافِظِ سِرِّہٖ وَمُبَلِّغِ رِسَالَاتِہٖ، بَشِیرِ رَحمَتِہٖ وَنَذِیرِ نِقْمَتِہٖ وَسَیِّدِنَا وَحَبِیبِ قُلُوبِنَا

# چوتھا خطبہ: شب قدر،

نماز جمعہ کا پہلا خطبہ۔ ۱۶-۰۱-۱۹۸۸ء (۱۷ رمضان المبارک۱۴۱۸)

لِی القاسِمِ المُصطفیٰ مُحمّدٍ وعَلیٰ آلہِ الاَطیّبینَ الاَطھرِینَ المُنتجَبِینَ المَعصُومِینَ، سِیَّما بَقیّۃ اللہِ فی الاَرَضِینَ وَصَلّ عَلیٰ اَئِمَّۃِ المُسلِمِینَ وَحُماۃِ المُستَضعَفِینَ وہُداۃِ المُومِنِینَ۔

میں تمام نماز گزار بہن بھائیوں کو ان با برکت اور پُر غنیمت راتوں، دنوں اور گھڑیوں میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ اس فرصت کو غنیمت سمجھیں اور ان برکات سے بہرہ مند ہوں کہ جو اس مہینے کے دنوں اور راتوں میں پروردگار عالم کی جانب سے مومنین کو وافر مقدار میں عطا ہوتی ہیں۔ میں اپنے آپ کو اور تمام کو وصیت کرتا ہوں کہ تقوائے الٰہی کی رعایت کریں، خداوند سے امیدوار رہیں، خدا کے سامنے اپنی رفتار و گفتار میں محتاط رہیں، راستے کے کانٹوں اور لغزش کے مقاموں سے بچیں، ایسی جگہوں سے ڈریں کہ جن سے انسان میں استقامت، تنزلزل کے بغیر اور سکون کے ساتھ گزرنے کی قدرت نہ ہو۔ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ان ذریعوں کا خیال رکھیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے لغزش گاہوں سے عبور کرنے کے لئے قرار دیے ہیں اور ذریعہ بنائے ہیں کہ انسان اپنے آپ کی حفاظت کر سکے، مقصد کے نزدیک کر سکے؛ منزل مقصود تک پہنچے کے لئے ان امکانات سے استفادہ کرے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے اختیار میں دیے ہے۔

مندرجہ بالا امور سے محتاط رہنے کا نام تقوا ہے۔ جیسا کہ اپ نے بارہا سنا ہے کہ ماہ رمضان کے روزے کا اہم ترین ہدف یہ ہے کہ ہم متقی بن جائیں۔ "لَعَلَّکُم تَتَّقُونَ"[۱] میں جب ان اعمال کو دیکھتا ہوں جن کا شارع مقدس نے ماہ مبارک رمضان میں اہتمام کیا ہے، یعنی ماہ رمضان کا روزہ، قرآن مجید کی تلاوت، منقول دعائیں اور وہ توسلات جو حضرت حق تعالی کی عنایات کے ذیل میں ہیں اور استغفار۔ استغفار ان چار اہم ترین عناصر میں سے ہے کہ جو ماہ رمضان کے روزے کی طرح واجب بھی ہے، وہ چیز کہ جس کا میں احساس کرتا ہوں کہ میرے لیے بہت اہمیت کی حامل ہے وہ اس کام سے پروردگار عالم سے استغفار اور طلب عفو و بخشش ہے جو ہم سے غلطی، جہالت اور کوتاہی کہ وجہ سے سرزد ہوتا ہے۔ میں گزشتہ سال ماہ مبارک رمضان کے انھیں ایام میں اس مبارک مہینے میں توبہ اور استغفار کے بارے میں تفصیل سے عرض کر چکا ہوں۔
آج میرا استغفار کے بارے میں ایک فکری یا حدیثی و قرآنی بحث کے عنوان سے گفت و گو کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے؛ بلکہ میں چاہتا ہوں کہ قدر کی مبارک راتوں کہ جو بہت اہم ہیں، کے نزدیک ہونے کی مناسبت سے مسئلہ استغفار کی یاد دھانی کراؤں۔
میرے عزیزو، بھائیو اور بہنو! پہلا قدم ،خدا وند سے مغفرت طلب کرنا ہے،خدا کی طرف پلٹنا ہے؛توبہ یعنی خداکی طرف پلٹ آنا۔ آپ جس مقام و مرتبہ پر بھی ہوں، کمال کی جس حد پر بھی ہوں۔ حتی کہ امیرالمومنین کی حد تک۔پھر آپ کو استغفار کی ضرورت ہے۔ خداوند اپنے پیغمبرؐ سے فرماتا ہے: " وَاستَغفِر لِذَنبِکَ"[۲] "فَسَبِّح بِحَمدِ رَبِّکَ وَاستَغفِرهُ إِنَّهُ کَانَ تَوَّابًا"[۳]خداوند متعال نے کئی بار پیغمبرؐ سے فرمایا ہے:" استغفار کریں ۔"اس کے باوجود کہ پیغمبر معصوم ہیں،گناہ نہیں کرتے، حکم الہی کی مخالفت نہیں کرتے، لیکن اس کے باوجود انھیں فرماتا ہے: "استغفار کریں۔"
اب اولیاء و انبیاء کا استغفار کیا ہے، یہ ایک مستقل بحث ہے، ان کا گناہوں سے استغفار ہماری طرح نہیں ہے کہ ان سے گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ ان کا مقام و مرتبہ بلندو بالا

۱۔سورہ بقرہ ،آیہ۱۸۳ ، " شائد تم متقی بن جاؤ"
۲ ۔ سورہ غافر، آیہ۵۵؛ محمّد: آیہ۱۹
۳ ۔ سورہ نصر، آیہ۳

ہے؛ اللہ کے ہاں قرب حد اعلیٰ تک ہے ۔ اس مقامِ قرب میں بعض چیزیں کہ جو ہمارے لیے مباح ہیں- شاید ایسی چیزیں کہ جو ہمارے لئے حتیٰ کہ مستحب ہیں- ان بزرگواروں کے لئے مانع و رادع ہیں؛ اُس قرب کی شان کے نامناسب ہیں۔ لٰہذا وہ استغفار کرتے ہیں، حقیقی استغفار نہ کہ صوری اور زبانی استغفار۔

دعائے کمیل کو دیکھیں کہ جو روایات کہ مطابق امیرالمومنین علیہ السلام سے صادر ہوئی ہے اور آپ نے املاء کروائی ہے۔ اس دعا کی ابتدا استغفار سے ہوتی ہے۔ سب سے پہلے وہ خدا کو اس کے نام ، اس کی قدرت، اس کی عظمت اور اس کی صفات جمالیہ و جلالیہ کی قسم دیتے ہیں۔ یہ قسمیں دینے کے بعد استغفار کرنا شروع کرتے ہیں: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیَ الذُّنُوبَ الَّتِی تَھْتِكُ الْعِصَمَ تا آخر؛ اسی طرح دعائے ابی حمزہ ثمالی اور دوسری بزرگ شخصیات کی دعائیں۔

مجھے اور آپ کو استغفار کرنے کی ضرورت ہے۔ مومنو، عزیزو، پاک و صاف دل والو! خدا نہ کرے آپ غرور کریں، کہیں کہ ہم نے تو کوئی گناہ نہیں کیا! کیوں، ہم غلطیوں میں غرق ہیں، ہم گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں! وَ مَا قَدْرُ اَعْمَالِنَا فِی جَنْبِ نِعَمِكَ [۱] اپنے خیال میں ہم جو اچھا کام انجام دیتے ہیں، وہ حقِ شکرِ الٰہی کے مقابلے میں، پروردگار کی نعمتوں کے مقابلے میں کس قدر قابل ذکر ہے؟! ہم وہ حق شکر ادا نہیں کر سکتے۔ لَا الَّذِی اَحْسَنَ اسْتَغْنیٰ عَنْ عَوْنِكَ [۲] کیا یہ ہو سکتا ہے کہ انسان خداوند کے لطف و کرم سے ایک لحہ بھی بے نیاز ہو؟! ہم ہمیشہ محتاج ہیں؛ پروردگار کا لطف ہمیشہ نازل ہوتا ہے۔ خَیْرُكَ اِلَیْنَا نَازِلٌ [۳] ہم شکر ادا کرنے سے عاجز ہیں اور یہ قصور ہے یا تقصیر۔ [۴] بہر حال طلب مغفرت کی ضرورت ہے۔ شب قدر، طلبِ مغفرت اور عذرخواہی کرنے کے لیے ایک فرصت ہے۔ خداوند متعال سے عذر خواہی کریں، اس سے معذرت خواہی کریں، ورنہ ایسا دن آئے گا کہ خداوند متعال مجرمین سے فرمائے

۱۔ مفاتیح الجنان، دعاے ابوحمزہ ثمالی
۲۔ مفاتیح الجنان، دعاے ابوحمزہ ثمالی
۳۔ مفاتیح الجنان، دعاے ابوحمزہ ثمالی
۴۔ مفاتیح الجنان، دعاے ابوحمزہ ثمالی

گا: "وَلَایُؤْذَنُ لَھُمْ فَیَعْتَذِرُونَ"[۱] ہمیں روز قیامت عذر خواہی کی اجازت نہیں دیں گے، مجرمین کو اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ عذر خواہی کرنے کے لیے زبان کھولیں، وہاں عذر خواہی کی جگہ نہیں ہے۔ میدان یہاں پر ہے، اجازت یہاں پر ہے، عذر خواہی یہاں پر آپ کے لیے مقام و مرتبہ درست کرتی ہے، گناہوں کو دھوتی ہے، آپ کو پاک صاف کرتی ہے، نورانی کرتی ہے، خداوند متعال سے عذر خواہی کریں۔ آپ کے پاس یہاں پر موقع ہے کہ آپ خدا کو اپنی طرف متوجہ کریں۔ "فَاذْکُرُونِی اَذْکُرْکُمْ"[۲] مجھے یاد کریں تا کہ میں آپ کو یاد کروں۔ یعنی جس وقت آپ اپنا دل خدائے متعال کی طرف متوجہ کرتے ہیں، خدا کو اپنے دل میں حاضر کرتے ہیں اور خدا کو یاد کرتے ہیں، خدائے متعال اسی لمحے اپنی مہر و محبت اور لطف کی آنکھ سے آپ کی طرف متوجہ ہے، لطف، سخاوت، اور بخشش کا ہاتھ آپ کی طرف دراز ہے۔ خدا کو اپنا آپ یاد کرائیں ورنہ وہ دن آئے گا کہ گناہ گاروں کو خطاب الٰہی ہوگا: "اِنَّا نَسِینَاکُمْ"[۳] ہم نے آپ لوگوں کو فراموش کردیا ہے، چلے جاو! میدان قیامت اس طرح سے ہے۔ آج خدائے متعال نے اجازت دی ہے کہ گریہ و زاری کریں، تضرع کریں، دست عقیدت اس کی طرف دراز کریں، اظہار محبت کریں، خلوص دل کے ساتھ اشکِ صفا و محبت اپنی آنکھوں سے جاری کریں، اس فرصت کو غنیمت سمجھیں؛ ورنہ ایسا دن بھی ہے کہ خداوند متعال مجرمین سے فرمائے گا: "لَا تَجْاَرُوا الْیَوم" چلے جاؤ، گریہ و زاری و تضرع نہ کرو، اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے: "اِنَّکُمْ مِنَّا لَاتُنْصَرُونَ"[۴]

یہ فرصت زندگی کی فرصت ہے، حیات کی فرصیت ہے کہ جو خدا کی طرف لوٹنے کے لئے میرے اور آپ کے اختیار میں، سال کے ایام میں بہترین فرصت ہے کہ من جملہ ان مین ماہ مبارک رمضان ہے اور ماہ مبارک رمضان کے درمیان شبِ قدر ہے، شب قدر تین راتوں میں سے ایک ہے۔ مرحوم محدث قمیؒ (۱۲۹۴۔۱۳۵۹ق) بزرگ شیعہ

۱۔ سورہ مرسلات، آیہ ۳۶
۲۔ سورہ بقرہ، آیہ ۱۵۲
۳۔ سورہ سجدہ، آیہ ۱۴
۴۔ سورہ مومنون، آیہ ۶۵

دانشمند، صاحب کتاب مفاتیح الجنان سے منقول روایت کے مطابق، سوال کرتے ہیں کہ تین راتوں میں سے یا دو راتوں ۲۱ویں اور ۲۳ویں میں سے کون سی رات (شب قدر ہے)؟ جواب میں فرماتے ہیں کہ کس قدر آسان ہے کہ انسان دو راتوں کو، تین راتوں کو شبِ قدر لحاظ کرے۔ کیااہمیت ہے کہ تین راتوں میں مردد ہو؟ مگر تین راتیں کتنی ہیں؟ ایسے افراد بھی تھے کہ جو اول سے آخر تک پورے ماہ مبارک رمضان کو شب قدر شمار کرتے اور شب قدر کے اعمال بجالاتے تھے، قدر کریں۔

ایسی ملت جو اپنا دل اپنے خدا کے لیے پاک کرے، خانۂ خدا کے دروازے پر جائے، سچے دل سے خدا سے مانگے، صادقانہ خدا کی پناہ حاصل کرے، وہ ہرگز بدبخت نہیں ہوگی، رسوا نہیں ہوگی، تباہی سے دچار نہیں ہوگی، ذلیل نہیں ہوگی، دشمن کی اسیر نہیں ہوگی، داخلی اختلافات سے دچار نہیں ہوگی۔

ملتوں پر جو بد بختی آتی ہے وہ "فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ"[۱] ہے کہ جو کوتاہیوں، غفلتوں، گناہوں، تباہیوں اور بدبختیوں کے سبب ہم خود اپنے لیے، اپنے ہاتھوں سے درست کرتے ہیں۔

جو کوئی خانہ خدا کے دروازے پر جاتا ہے، وہ اپنے آپ کو ایک قدم عصمت کے نزدیک کرتا ہے، اپنے آپ کو گناہ سے بچنے کے قریب کرتا ہے۔

خدا کی پناہ حاصل کریں، خدا سے مانگیں، خدا کے لیے کام کریں، خدا کے لیے قدم اٹھائیں، دلوں کو خدا کے سپرد کریں۔ ہم یاد خدا سے اپنے دلوں کی پاکیزگی میں اضافہ کریں۔ جب دل پاک ہو جائے، جب دل دنیا کا اسیر نہ ہو، مادیات کا گرویدہ نہ ہو تو ایک معاشرہ ایسا معاشرہ ہوگا کہ جس کے عوام حقیقت میں نورانی، پاک اور مخلص ہوں۔ ایسے لوگ اچھی طرح سے محنت کرتے ہیں، اچھی طرح سے کام کرتے ہیں، اپنی دنیا کو اچھی طرح سے بناتے ہیں۔ذاتی دنیا سے وابستہ نہ ہونے کا معنی دنیا کو نہ بنانا نہیں ہے؛ دنیا کو آباد کرنا ایسا کام ہے کہ جو خدا کے لیے ہے، اخروی کاموں کا حصہ ہے۔ وہ چیز جس کا نتیجہ مادی زندگی کی آبادی ہے، ایسی چیز ہے جو خدا نے ہم سے طلب کی ہے اور یہ بھی ایک اخروی عمل ہے۔ یہی کام جب یاد خدا کے ہم راہ ہو تو بہتر، شیرین

۱۔ سورہ شوریٰ، آیہ ۳۰

تر اور کامل تر انجام پاتا ہے۔
ان دنوں کی قدر کریں، شبہائے قدر کی حقیقتاً قدر کریں۔ قرآن صراحت سے فرماتا: "خَیرٌ مِّنَ اَلفِ شَھرٍ" ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس کی بے حد قدر و قیمت ہے۔ ایسی رات ہے کہ جس میں ملائکہ نازل ہوتے ہیں، ایسی رات ہے کہ جس میں روح نازل ہوتا ہے، ایسی رات ہے کہ خدائے متعال نے اسے سلام (کا نام دیا ہے) سلام، سلام کا معنی الٰہی درود و تحیت ہے انسانوں پر؛ اسی طرح اس کا معنی سلامتی، صلح، آرام، لوگوں کے درمیان دوستی، دل کے لیے، روح کے لیے، جسم کے لیے، معاشرے کے لیے، تمام کے لیے۔ یہ معنوی لحاظ سے ایسی رات ہے۔ شبہائے قدر کی قدر کریں؛ ملک کی مشکلات کے لیے، اپنی مشکلات کے لیے، مسلمانوں کی مشکلات کے لیے اور اسلامی ممالک کی مشکلات کے لیے دعا کریں۔
اسلامی ممالک کس قدر مشکلات میں گرفتار ہیں! ان مشکلات کا حل خدا سے طلب کریں۔ تمام انسانوں کے لیے دعا کریں؛ انسانوں کی ہدایت کے لیے اور اپنے لیے دعا کریں، اپنی زندگی کے لیے، اپنے مسئولین کے لیے، اپنے ملک کے لیے، اپنے مرحومین کے لیے اور جو کچھ تم چاہتے ہو کہ خداوند تمھیں دے، ان لمحات کی قدر کریں۔ بندہ بھی آپ تمام پیارے بھائی بہنوں سے قدر کی مبارک راتوں میں دعا کی التماس کرتا ہے۔
میں چند ایک دعائیں کرتا ہوں، انشاء اللہ، تقریباً ظہر کے ساتھ جڑے ہوئے ان لمحات میں دعائیں قبولیت کے ساتھ متصل ہوں۔
نَسئَلُکَ اللّٰھُمَّ وَنَدعُوکَ بِاسمِکَ العَظِیمِ الاَعظَم، الاَعَزِّ الاَجَلِّ الاَکرَمِ یَا اللہ۔
پروردگارا! ہمیں لیلۃ القدر کو درک کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اس شب میں ہماری دعائیں قبول فرما۔ ہمارا درود و سلام ابھی اور اس رات میں ہمارے وارث، ہمارے امام حضرت بقیۃ اللہ ارواحنا فِداہ کی خدمت اقدس میں پہنچا۔ اس مبارک شب میں ہمیں ان بزرگوار کی پاکیزہ دعاؤں میں شامل فرما
پروردگارا! ملتِ ایران کو ہر دل کا عزیز بنا۔ اسلام کے دشمنوں، ایران کے دشمنوں، اس

ملت کے دشمنوں اور اسلامی جمہوریہ کے نظام کے دشمنوں کو ذلیل و خوار فرما۔ پوری دنیا میں تمام انسانوں کو حق کی جانب ہدایت فرما۔ پوری دنیا میں اسلامی احکام کی حکمرانی فرما۔

پروردگارا! ہماری ملت کے اندر صلح و دوستی اور برادری کے رشتے کو ہمیشہ سے بیشتر فرما۔

پروردگارا! ہمارے شہدا کو اعلیٰ علیّین میں اپنے اولیا کے ساتھ محشور فرما۔ پروردگارا! ہمارے مرحومین کو، ہمارے والدین کو، صاحبان حق کو اور ان کی ارواح کو اپنی رحمت و مغفرت میں شامل فرما۔

پروردگارا! لوگوں کی مشکلات ، شخصی، عمومی تمام مشکلات کو اپنی کرامت سے حل فرما۔ اس ملت کے چہرے کو نورانیت معنویت اور پاکیزگی سے روشن فرما۔

پروردگارا! اس ملت کو اپنے دشمنوں کے سامنے سربلند فرما اور عزیز بنا۔

پروردگارا! قرآن و اسلام کے ساتھ ہمارے رابطے کو روز بروز مستحکم تر اور بیشتر کر۔ ہمیں احکام اسلام، انقلاب اور آیات مبارکہ قرآن کا قدر دان قرار دے۔

# پانچواں خطبہ : دعا؛ تذکر، توجہ

صدر ہاؤس کے ملازمین سے خطاب ۲۸-۰۵-
۱۹۸۷ء ( ۲۹ رمضان المبارک ۱۴۰۷ )

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم۔۔۔ قال الحکیم: "قُل مَا یَعبَأُ بِکُم رَبِّی لَو لَا دُعَاؤُکُم"[1]

اسلام کی نگاہ میں بشر مستقل طور پر توجہ اور یاد دہانی کا محتاج ہے۔ چونکہ اس نظریے کے مطابق بشر ایک مسافر اور کوشش وسعی کرنے والا ہے کہ اگر وہ اس کام اور کوشش سے کہ جو اس کے ذمہ ہے، غافل ہو جائے اور اس میں تاخیر کرے تو وہ منزل مقصود تک نہیں پہنچ پائے گا۔ وہ ایک ایسا مسافر اور سعی کرنے والا ہے کہ اگر مسلسل کوشش کرے اور خوب کوشش کرے تو وہ وقت ختم ہونے پر کہ جو اس کی زندگی کی انتہا ہے، اپنے مقصود کو پالے گا اور وہ مقصود کمال اور روح کی بلندی ہے کہ جس کا اثر موت سے بعد والی زندگی میں ظاہر ہو گا۔ یہ سب چیزیں اس کا مقدمہ ہے۔

اسلامی نقطۂ نگاہ میں موت سے بعد والی زندگی ہی اصلی زندگی ہے۔ البتہ ہم آج اُس زندگی اور زمانے کا اپنے ذہن میں تصور نہیں کر سکتے، لیکن اسلامی نقطہ نظر ہمیں یہ سیکھاتا ہے کہ ہم اِس زمانے میں کہ جس کا نام دنیاوی زندگی ہے، ایک پائے دار زندگی نہیں ہے۔ "وَاِنَّ الدَّارَ الآخِرَۃَ لَھِیَ الحَیَوَانُ"[2] زندگی اُس جہان میں ہے، جب جائیں گے تو مشاہدہ کریں گے اس زندگی میں خوشی، سعادت، خوشبختی، اس کوشش اور محنت سے

---

۱۔ سورہ فرقان، آیہ ۷۷، "آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمھاری دعائیں نہ ہوتی تو پروردگار تمھاری پرواہ بھی نہ کرتا"
۲۔ سورہ عنکبوت، آیہ ۶۴

وابستہ ہے جو ہم یہاں پر کریں گے ۔ پس اگر ہم نے اس کوشش وسعی میں غفلت برتی، اسے بھلا دیااور سستی کی تو جب ہم اچانک آنکھ کھولیں گے اور اپنے آپ کو اس زندگی میں دیکھیں گے تو ہمارے ہاتھ خالی ہوں گے۔ لہٰذا انسان مسلسل یہ کوشش کرے اور ان ذمہ داریوں کو انجام دے جو اس کے کاندھوں پر ہیں۔اس کے لیے تذکر ضروری ہے، یاددہانی کو دین نے اس کے لئے نگاہ میں رکھا ہے اور بنیادی طور پر خود پیغمبروں نے یاددہانی کرائی: "اِنَّمَا اَنتَ مُذَکِّر" قرآن ذکر کا وسیلہ ہے کہ خود کتاب الٰہی میں متعدد بار قرآن کی اس خصوصیت اور ماموریت کا ذکر ہوا ہے۔ یاد کے وسیلوں میں ایک وسیلہ یہی نماز ہے کہ ہماری پانچ وقت کی نماز ہمیں یاددہانی کراتی ہے۔ایک موعظ ہے کہ موعظ کرنے والوں کا موعظ ہمیں یاددہانی دلاتا ہے۔ ایک دعا ہے کہ دعا کی طرف توجہ اور خدا کے ساتھ گفت و گو ہمیں یاددہانی کراتی ہے۔ ایک کلام اللہ کی تلاوت ہے کہ آیات الٰہی کی تلاوت ہمیں غفلت سے نکالتی ہے اور اس کے علاوہ دوسرے وسیلے۔

پس ان تمام وسیلوں کا کام یہ ہے کہ ہم غفلت سے دچار نہ ہوں۔ اگر ہم بھول گئے اور غفلت سے دچار ہو گئے تو کوشش اور سعی کرنے سے رہ جائیں گے، اگر ہم تلاش اور کوشش کرنے سے رہ گئے تو اُخروی زندگی میں ہماری صورت حال بہت بری ہو گی۔ بطور کلی اول سے آخر تک ہماری ایسی ہی تقدیر اور داستان ہے۔ تقوا کہ جس کے متعلق ہر قسم کی تاکید ہوئی ہے، وہ یہ ہے کہ انسان اپنی طرف متوجہ ہو۔ محتاط رہے کہ اس سے کوئی لغزش سرزد نہ ہو، اشتباہ نہ کرے، اپنی صورت حال سے، اپنی تقدیر سے، اپنی ذمہ داری سے، اپنے ہدف اور اپنے راستے سے غافل نہ ہو۔ زندگی ایک پر پیچ و خم اور خطرناک جادے پر ڈرائونگ کرنے کی مانند ہے۔ اگر آپ نے فراموش کردیا اور غفلت کی کہ آپ کس صورت حال میں ہیں تو ممکن ہے آپ تباہ ہو جائیں۔ تقوا یعنی وہ مسلسل احتیاط اور توجہ کہ جو عہدوں پر فائز افراد میں ایک استعداد یعنی انسان سے جدا نہ ہونے والی خصلت کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے، انسان ہمیشہ متوجہ رہتا ہے۔

ماہ رمضان میں دعا، نماز، خود روزے سے اور دوسری خصوصیات کہ جو اس ماہ میں پائی جاتی ہیں، کی وجہ سے انسان اپنے اندر حالت ذکر پیدا کرتا ہے، اس سے حالتِ

غفلت چھین لی جاتی ہے۔ متذکر انسان اس طرح سے نہیں ہے کہ وہ ہرگز گناہ نہیں کرتا، بلکہ اشتباہ کا شکار نہیں ہوتا۔ کیوں؟ ممکن ہے کہ اشتباہ بھی کرے، گناہ کا مرتکب بھی ہو۔ باتقوا انسان اس طرح سے نہیں ہوتا ہے کہ وہ کبھی بھی گناہ سے آلودہ نہ ہو۔ کیوں ہوتا ہے۔ لیکن باتقوا اور بے تقوا انسان کے گناہ میں فرق ہوتا ہے۔ بے تقویٰ انسان کا گناہ اس طرح سے ہے کہ جس نے ایک پھسلنے کی جگہ پر پاؤں رکھا ہے اور آخر تک پھسلتا جاتا ہے، ایک گناہ اپنے پیچھے ایک اور گناہ لے آتا ہے۔ اسے گناہ کرنے میں مزا آتا ہے۔ وہ گناہ میں غرق ہوجاتا ہے، اس کی نگاہ میں گناہ کی برائی ختم ہوجاتی ہے؛ بے تقوا انسان ایسا ہوتا ہے۔

باتقوا انسان جب گناہ سرانجام دیتا ہے، فوراً متوجہ ہو جاتا ہے، وہ سمجھ جاتا ہے کہ اس نے غلطی کی ہے؛ کوشش کرتا ہے کہ اس کا ازالہ کرے۔ ”إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ“[11] متقی شخص اس طرح سے ہے کہ قرآن کی تعبیر میں جونہی شیطان نے اسے ”مس“ کیا، یعنی وہ وسوسہ شیطانی سے آلودہ ہوا تو فوراً متوجہ ہوجائے گا کہ اس نے اشتباہ کیا ہے۔ وہ پھسلنے والے نشیبی جادے پر نہیں جاتا کہ اَسفَلُ السّافِلین تک جائے۔ وہ اپنے آپ کو بچاتا ہے، اپنی حفاظت ہے۔

باتقوا اور متذکر انسان اس کی مانند ہے کہ جسے تند و تیز لہریں ایک طرف کھینچتی ہیں؛ اسے ان لہروں کی مخالف سمت میں تیرنا چاہیے تاکہ وہ ساحل نجات تک پہنچ جائے۔ ایک لمحے کے لئے غافل ہونا، اپنے آپ کو کھلا چھوڑنا، سستی کرنا اور ادھر ادھر دیکھنے میں مشغول ہونا اسے بہت پیچھے لے جائے گا۔ ہماری زندگی میں وہ تند و تیز لہریں، ہماری خواہشات ہیں، ہماری عیاشیاں ہیں، ہماری تمنائیں ہیں اور ہمارے تکامل بشری کے خلاف رجحانات ہیں کہ جو ہمیں پستی کی طرف کھینچتے ہیں۔ اگر ہم متوجہ رہیں، متذکر رہیں تو جونہی تھوڑا سا پستی کی طرف جائیں گے، فوراً سمجھ جائیں گے کہ ہم نے اشتباہ کیا ہے۔ دوبارہ تیرنے کی کوشش کریں گے، آگے بڑھنے کے لئے ہاتھ پاؤں ماریں گے۔

---

۱۱۔ سورہ اعراف، آیہ ۲۰۱

اگر ہم باتقوا نہ ہوں، متذکر نہ ہوں؛ جب پیچھے گئے تو غافل ہو جائیں گے۔ یہ ایک لہر ہے جو ہمیں لے جارہی ہے؛ بلکہ چوں کہ ہم نے کوئی ہِل جل نہیں کی، ہم کوئی ہاتھ پاؤں نہیں مارتے، سکون کا احساس کرتے ہیں اور اپنے آپ کو لہروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتے ہیں، ایک دم متوجہ ہوتے ہیں کہ عجیب! ہم بھنور میں گرفتار ہو چکے ہیں۔ اب ہم سے کچھ بھی نہیں ہو سکتا ہے۔

ماہ مبارک رمضان میں دعا اور وہ تمام خصوصیات جو اس مہینے میں پائی جاتی ہیں، اسی لیے ہیں کہ ہمیں یاددہانی کراتی ہیں، غفلت سے نجات دیتی ہیں، ہمیں ہمارے گناہوں کا پتہ دیتی ہیں۔ اس ماہ میں نظر ثانی کریں اور انھیں پہچانیں کہ جن کے ساتھ ہمیں انس ہو چکی ہے اور ان کے عادی ہو چکے ہیں۔ بعض اوقات انسان ایک گناہ کو سرانجام دینے کی عادت بنالیتا ہے اور متوجہ نہیں ہوتا کہ یہ گناہ ہے؛ یا ہماری سستی، تنبلی اور دوسرے عیب ہیں کہ جو ہم میں پائے جاتے ہیں۔

خوب؛ ماہ مبارک رمضان آج ختم ہوجائے گا، کچھ گھنٹوں سے زیادہ باقی نہیں ہے۔ ہمیں اگلے ماہ رمضان کا انتظار کرنا چاہیے۔ یہ ایک مہینے کا وقت انتہائی قیمتی وقت ہے۔ خداوند متعال نے ان تیس یا انتیس دنوں میں لیلۃ القدر کو قرار دیا ہے اور لیلۃ القدر پورے سال میں انسان کے لیے ایک استثنائی فرصت ہے اگر انسان اس رات میں اس رات کو درک کرے تو اسے بہت زیادہ نیکیاں مل جاتی ہیں۔ میں آپ کے سامنے ماہ مبارک رمضان کو الوداع کرنے کی دعا کا کچھ حصہ عرض کرتا ہوں؛ البتہ یہ الوداع وہ نہیں ہے جو صحیفہ سجادیہ میں ہے۔ یہ مفاتیح الجنان میں الوداع کی مختصر دعا ہے، اس میں ہے: وَاَن تَجعَلِنی بِرَحمَتِكَ مِمَّن لَہ لَیلَۃَ القَدرِ وَجَعَلتَہا لَہ خَیراً مِنَ اَلفِ شَھر یعنی، خدایا! مجھے ان لوگوں میں قرار دے کہ جنھوں نے لیلۃ القدر کو درک کرنے کی توفیق حاصل کی اور لیلۃ القدر ان کے لئے ہزار مہینوں سے بہتر اور قیمتی تر ہے۔ سب کے لیے اس طرح سے نہیں ہے۔ وہ فرد کہ جس کے لیے شبِ قدر۔ ۲۳ویں یا ۲۲ویں کی رات۔ دوسرے مہینوں کی ۲۳ویں رات سے فرق نہ کرے، اس میں نہ کوئی دعا، نہ کوئی ذکر، نہ کوئی توجہ، نہ کوئی گریہ اور نہ کوئی عجز و انکسار ہو، وہ یا تو غافل ہو کر

سو جاتا ہے اور اسے بالکل یاد نہیں آتا کہ آج لیلۃ القدر ہے، یا خدا نہ کرے کہ وہ گناہ اور خواہشات نفس میں آلودہ ہو جاتا ہے، اس طرح کے انسان کے لیے لیلۃ القدر ہزار ماہ سے بہتر نہیں ہے۔ ایک رات ہے اور وہ بھی گمراہی میں ڈوبی ہوئی، اسے لیلۃ القدر کا ذرا برابر فائدہ نہیں ہے۔

لیلۃ القدر ان افراد کے لیے ہزار مہینوں سے بہتر اور قیمتی تر ہے کہ جو اس رات کے ہر لمحے کی قدر کرے، اس رات کے لحات سے استفادہ کرے۔ اس دعا میں ہم پڑھتے ہیں:

خدایا! ہمیں ان میں سے قرار دے کہ ہماری شب قدر بے معنی نہ ہو، ہاتھ سے نہ چھوٹی ہو، ضائع نہ ہوئی ہو۔ صحیفہ سجادیہ کی پنتالیسویں دعا ان دعاؤں میں سے ایک ہے کہ جو ہمارے ائمہ نے ہمیں سیکھائی ہیں۔ ماہ رمضان کی اہمیت کے بارے میں اس کا مضمون قابل توجہ ہے۔ میں نے سوچا کہ اس دعا کے کچھ حصے کا صرف ترجمہ آپ حضرات کے سامنے پیش کروں تا کہ دعا کی زبان سے آگاہ ہوں۔ یہ ہمارا ایک نقص اور عیب ہے کہ ہم دعاؤں کو ایسے ہی پڑھتے ہیں، ان کے معانی کو نہیں سمجھتے، ہم میں سے بعض ان کے معانی کو سمجھنے کی قدرت رکھتے ہیں، لیکن ان میں غور و فکر نہیں کرتے ہیں۔ ہم پڑھتے تو ہیں لیکن ہمارے حواس کہیں اور ہوتے ہیں۔ درحالاں کہ یہ تمام دعائیں معرفت کے خزانے ہیں، عشق و محبت کے نسخے ہیں، اگر ہم توجہ کریں تو ان دعاؤں میں بہت سی چیزیں ہیں جو ہمیں بیت کچھ سیکھاتی ہیں۔

بعض افراد بعض دعاؤں کی تفسیر و تشریح کرتے ہیں، یہ اچھا کام ہے، لیکن جب میں دعا کے ایک کلمے کی بیس کلمات میں تفسیر کروں گا تو یہ کلام امام نہیں ہے۔ اگر کلامِ امام کو ایک خوبصورت کلمے میں بیان کریں تو اس وقت کلام امام ہمیں کچھ لطف دے گا۔ اس لیے کہ معارف کو سمجھنا، مفصل تفسیر کرنا اچھی چیز ہے۔ لیکن اس طرح کلام امام سے کہ جو بہت زیبا اور خوبصورت ہے، انسان وہ لذت اور سرور حاصل نہیں کر سکتا۔ بعض افراد ایسے ہی دعا کو پڑھتے جاتے ہیں، لیکن سمجھتے نہیں کہ ہم دعائے کمیل کو ایسے ہی پڑھتے جا رہے، اس سے گزر رہے ہیں؛ اس میں کس قدر سوز و گداز

ہے، یہ ادب اور ہنر کے اعتبار سے کس قدر خوبصورت حصہ ہے، اس میں کس قدر مطالب ہیں۔ اب اس لیے کہ ان دعاؤں کے مضامین و مطالب سے کچھ آگاہی ہو، میں اس دعا کا ایک سادہ ترجمہ کرتا ہوں، البتہ وقت کا لحاظ کرتے ہوئے۔ میں زیادہ طولانی نہیں کروں گا اور نہ ہی پوری دعا کا ترجمہ کروں گا۔ دعا اس طرح سے شروع ہوتی ہے:

اَللّٰھُمَّ یَا مَنۡ لَّا یَرۡغَبُ فِی الۡجَزَاءِ [1]

اے وہ خدا کہ جو ہم سے پاداش نہیں چاہتا: وَیَا مَنۡ لَا یَنۡدَمُ عَلَی الۡعَطَاءِ اے وہ کہ جو عطاو بخشش کرنے پر نادم نہیں ہوتا۔

اب اس کے بعد میں عربی نہیں پڑھوں گا، صرف فارسی میں ترجمہ کروں گا۔
اے وہ کہ جو بندوں کے ساتھ برابر سلوک نہیں کرتا، ان کے اپنے سلوک کی طرح ان سے برتاؤ نہیں کرتا، تیری نعمت ہمیشہ شروع کنندہ ہے؛ یعنی بغیر اس کے کہ وہ پہلے سے اس کا حق دار ہو، تیری بخشش اور معافی تیری طرف سے ایک طرح کی عزت و بزرگی ہے، تیرا عقاب کرنا اور سزا دینا تیری عدالت ہے، تیری قضا، تقدیر اور حکم تیرے بندے کے لیے ایک خبر ہے، اگر تو کسی کو کوئی چیز عطا کرتا ہے تو اس کے ساتھ احسان کی ملاوٹ نہیں کرتا ہے، اگر تو کسی کو کوئی چیز نہیں دیتا تو یہ اس پر ظلم و تعدی کی وجہ سے نہیں ہے۔ جو لوگ تیرا شکر ادا کرتے ہیں تو ان کا شکریہ ادا کرتا ہے، درحالاں کہ تو خود ہی ہے کہ جس نے شکر کو اس کے منہ میں جگہ دی ہے۔ جو لوگ تیری حمد و ثنا کرتے ہیں تو انھیں پاداش عطا کرتا ہے، درحالاں کہ تو خود ہی ہے کہ جس نے حمد و ثنا کی اسے تعلیم دی ہے۔ تو گناہوں کو چھپاتا ہے درحالاں کہ تو انھیں برملا کر سکتا ہے۔ بعض دفعہ روکنا شائستہ اور مناسب ہے لیکن تو نے اپنے تمام کام تفضل اور گزشت پر قرار دیے ہیں۔ جو تیری نافرمانی کرتا ہے تو اس کے ساتھ بردباری اور تحمل کے ساتھ پیش آتا ہے۔ جو کوئی گناہ کرنے سے اپنے اوپر ظلم کرتا ہے تو اسے مہلت دیتا ہے۔ تو بندوں کو مہلت اور فرصت دیتا ہے تا کہ وہ تیری طرف لوٹ سکیں۔ تو انھیں ان کے عمل کی جلدی سزا نہیں دیتا ہے، شاید وہ توبہ کر سکیں۔

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۴۵، دعائے وداع ماہ رمضان

یہ تیری طرف سے ایک لطف ہے۔ تو اجازت نہیں دیتا ہے کہ تیرے بندے اپنے غلط کاموں کی وجہ سے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالیں۔ یہ تیری محبت ہے کہ تو اجازت نہیں دیتا ہے کہ سنگدل انسان اپنی سنگ دلی کی وجہ سے اپنے لیے اپنی بد بختی کا انتظام دیکھے۔ تو صرف ان کو ترک کرتا ہے کہ جن کی شقاوت مدتوں سے تیری چشم پوشی اور معافی کے مقابلے میں جاری رہی اور یہ تیرا کرم و لطف ہے اور تیری محبت اور حلم ہے۔ تو ایسا پروردگار ہے کہ جس نے اپنے بندوں کے لیے ایسا راستہ کھولا ہے کہ وہ راستہ تیری عفو و گزشت پر ختم ہوتا ہے، تو نے اس کا نام توبہ رکھا ہے۔ تو نے اپنی وحی کے ذریعے ہمیں وہ دروازہ دکھایا ہے تاکہ ہم ہر گز گمراہ نہ ہوں۔ تو نے اپنے قرآن میں ہمیں خطاب کیا ہے: "تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا"[۱] توبہ کریں، خدا کی طرف لوٹ آئیں خلوص اور سچائی کے ساتھ، شاید خدا تمھاری برائیوں کو چھپا دے اور تلافی کردے۔ یہ قرآن کی آیت ہے۔ آپ کو اس بہشت میں وارد کرے جس کے نیچے نہریں جاری ہیں، اس دن میں کہ خدا اپنے پیغمبر اور پیغمبر پر ایمان لانے والوں کو شرمندہ نہیں کرے گا۔ اور پیغمبر اور مومنین کا نور اس کے سامنے اور اس کی دائیں طرف اور وہ آگے بڑھے گے۔ اور وہ تمھیں کہیں گے ہمارے پروردگارا! ہمارے اوپر اپنا نور مکمل کر، ہمارے اوپر اپنی مغفرت نازل کر، تو ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ وہ راستہ ہے کہ جس کی خداوند متعال نے توبہ کے لیے اپنے قرآن میں ہماری راہ نمائی فرمائی ہے۔ ہمیں دکھایا ہے کہ ہم توبہ کر سکتے ہیں: "فَمَا عُذْرُ مَنْ أَغْفَلَ دُخُولَ ذٰلِكَ الْمَنْزِلِ بَعْدَ فَتْحِ الْبَابِ" اس کے پاس کیا عذر ہے کہ جو منزل کا دروازہ کھلنے کے بعد بھی اس میں داخل ہونے سے غافل ہے؟ تو، وہ ہے کہ جس نے ہر روز اپنے بندوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں معاملے کو اپنے بندوں کے فائدے اور ان کے نفع میں اِن کی طرف پھیرا اور ان کے فائدے میں تبدیل کیا اور قرآن میں فرمایا: "مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا"[۲] جو کوئی ایک نیک کام کرتا ہے اس کے لیے دس برابر اجر ہے، اگر کوئی ایک غلط کام کرے تو وہ صرف ایک

۱۔ سورہ تحریم، آیہ ۸
۲۔ سورہ انعام، آیہ ۱۶۰

برابر اس کی سزا چکھے گا۔
مومنین کے لئے اجر و پاداش سے مربوط آیات ذکر کرتے ہیں اس کے بعد ذکر الہی میں بیان کرتے ہیں اور مختلف قسم کی آیات لے کر آتے ہیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں:
اگر تیری مخلوقات میں سے ہر ایک، دوسری مخلوقات کی اس کے فائدے اور نفع میں یوں راہ نمائی کرے تو وہ احسان و امتنان سے موصوف ہوتا؛ یعنی آپ کسی کو کچھ پیسے قرض دیں اور بعد میں کہیں کہ اگر تم چاہتے ہو کہ میں یہ پیسے تم سے ایک معین وقت میں نہ لوں تو اس کا راستہ یہ ہے کہ فلاں کام کرو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ میں آپ کو وہ پیسے معاف کردوں جو آپ نے مجھ سے لیے ہیں اور واپس نہیں کیے، تو اس کا راستہ یہ ہے کہ فلاں کام کریں۔ آپ اس کو مختلف راستے دیتے ہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ میں تمھاری وہ غلطی بخش دوں جو تم نے میرے حق میں کی ہے تو اس کاراستہ یہ ہے کہ تم فلاں کام کو انجام دو۔ "فَلَكَ الْحَمْدُ مَا وُجِدَ فِي حَمْدِكَ مَذْهَبٌ" اے خدائے بزرگ و برتر! حمد و ثنا تیرے ساتھ مخصوص ہے اور تیرے لیے ہے۔ اس نے جس قدر اور جس راستے سے بھی ممکن ہو، حمد کی ہے وہ تیرے لیے ہے، اور جس لفظ سے بھی ممکن ہے اس کے ساتھ تیری حمد کی ہے، اور جس معنی سے بھی ممکن ہے اور جس معنی سے بھی ہو سکتا ہے تیری حمد و ثنا کی ہے۔ پروردگارا! من جملہ ماہ مبارک رمضان تیری بہترین اور منتخب ترین نعمتوں میں سے تھا کہ تو نے اسے تمام مہینوں میں ممتاز کیا ہے، اور قرآن اور نور کو ان دنوں میں نازل کیا ہے اور ان ایام میں ہمارے ایمان کو دگنا کیا ہے اور ہمارے اوپر روزہ واجب کیا ہے۔ کہ یہ خود بلندی کا ایک وسیلہ ہے۔ اور ہمیں اس مہینے میں عبادت کی رغبت دلائی ہے اور لیلۃ القدر کہ جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، کو ماہ رمضان میں قرار دیا ہے اور ہمیں اس ماہ رمضان کے باعث دوسروں سے ممتاز کیا ہے۔
ماہ رمضان ایک ماہ تک ہمارے ہمراہ تھا، یہ ہمراہی بہت اچھی ہم راہی تھی، ہم اس ہمراہی سے بالکل پریشان نہیں ہیں، بلکہ اس مہینے کی جدائی کی وجہ سے غمگین ہیں اور ہم اس مہینے کو اس کی مانند الوداع کرتے ہیں کہ جس کی دوری ہمارے لیے سخت و دشوار ہے اور ہم منتظر ہیں کہ مہینہ کب دوبارہ ہماری طرف لوٹ کر آتا ہے اور ہم اس

زبان کے ساتھ تیرے اس برگزیدہ مہینے کے ساتھ گفت وگو کریں۔

اس کے بعد حضرت امام سجاد علیہ السلام انتہائی جذباتی اور عاشقانہ کلمات میں ماہ رمضان کے ساتھ گفتگو کرنا شروع کرتے ہیں۔

اَلسَّلامُ عَلَیۡکَ یاشَہرَ اللهِ الاَکبَر اے اللہ کے بزرگترین ماہ آپ پر سلام ہو۔ اَلسَّلامُ عَلَیۡکَ یا اَکۡرَمَ مَصۡحُوۡب مِنَ الاَوۡقاتِ اپ پر سلام ہو، اے زمانوں اور وقتوں کے لحاظ سے بہترین ساتھی اور دنوں اور لمحوں کے اعتبار سے بہترین دوست۔

اَلسَّلامُ عَلَیۡکَ مِنۡ شَہۡرٍ قَرُبَت فِیۡہِ الاَعۡمَالُ آپ پر سلام ہو ایسے مہینے کہ جس میں ہماری تمنائیں، ہمارے قریب ہوئیں؛ یعنی ہم اپنی کوشش وسعی کی وجہ سے اپنی انسانی اور حقیقی آرزووں کے قریب ہوئے ہیں۔

حضرت امام سجاد علیہ السلام اسی ترتیب سے ان کلمات اور جملوں کے ذریعے ماہ مبارک رمضان پر درود بھیجتے ہیں اور اس مبارک کا مہینے میں لیلۃ القدر، دعا، قرآن اور مغفرت سے متعلق بڑی گرم اور مشتاقانہ وآرزومندانہ گفتگو کرتے ہیں۔ اس کے بعد خداوند متعال سے درخواست کرتے ہیں کہ خدایا! ہمیں اس مہینے میں جو کچھ نصیب ہوا ہے، اسے ہمارے لیے محفوظ رکھ اور ہم جو کچھ اس مہینے میں حاصل نہیں کر سکے اور محروم رہے ہیں، ہماری اس محرومیت کو ایک نقص کے عنوان سے، ایک کمزوری کے عنوان سے اپنی رحمت کا مقام قرار دے اور ہمارے لیے تلافی فرما۔ اس کے بعد حضرت امام سجاد علیہ السلام آرزو کرتے ہیں کہ یہ مہینہ دوبارہ لوٹ آئے۔

یہ اس ماہ مبارک کی دعاؤں کا ایک نمونہ تھا کہ ہم نے اس مہینے کے آخر میں معلمِ دعا و ذکر حضرت سید الساجدینؑ کی زبان سے اس کے کچھ حصے کا مطلب بیان کیا ہے۔
میرا عقیدہ یہ ہے کہ ان دعاؤں کا بہت اچھا ترجمہ ہو۔ وہ لوگ جو ان دعاؤں کا خوب صورت ترجمہ کرنے پر قادر ہیں، ان کی تفصیل، تشریح، تفسیر اور توضیح وغیرہ کو چھوڑ کر خود دعاؤں کا واضح، گویا اور ایسی روش سے کہ جو کسی حد تک امام سجاد علیہ السلام کے بیانات سے مشابہ ہو، ترجمہ کریں اور ان فارسی زبان حضرات کے حوالے کریں جو عربی نہیں جانتے ہیں اور یہ لوگ ان دعاؤں میں تدبر اور غور و فکر کریں اور سمجھیں

کہ کس طرح خدا سے گفتگو کی جا سکتی ہے۔
میں اب تک جو مطالب بیان کر چکا ہوں، ان کے آخر میں عزیز بھائی بہنوں کی خدمت میں جو کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ، وہ یہ ہے کہ اس مہینے میں تقوے کا جو سرمایہ آپ کو نصیب ہوا ہے اس کی قدر کریں ، اسے محفوظ کریں۔ یہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔ آپ حضرات بندگی خدا کے مراکز جیسے مساجد اور امام بارگاہوں میں جائیں۔ الحمد للہ ہمارے معاشرے کی فضا توجہ اور ذکر کی فضا ہے ، اس میں قرآن ہے ،دعا ہے ، مناجات ہیں ، غالبا یہی فضا ہے۔ آپ نے اس مہینے میں ان مراکز میں حاضر ہو کر اور اس معنوی فضا میں سانس لے کر یقینا اپنے لیے تقوی کا کچھ سرمایہ اکٹھا کیا ہے۔ روزہ ایک بہت بڑی مدد تھی۔ یہ روزہ انتہائی قیمتی اور ارزش مند چیز ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان یہ سمجھے ، اسے کس قدر معنویت اور پاکیزگی نصیب ہوئی ہے ، البتہ وہ اس کا احساس کرتا ہے۔ اپنے اعمال و کردار اور قلبِ خاضع و خاشع کی طرف توجہ کرے تو اس عبادت کے آثار دیکھتا ہے۔ لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ اب بہت زیادہ محسوس ہو ؛ لیکن یہ جان لیں کہ آپ میں ایک حد تک معنویت ، پاکیزگی اور لطف پیدا ہوا ہے ، اسے محفوظ رکھیں۔ اس کو محفوظ رکھنے کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے کوشش کریں کہ گناہ انجام نہ دیں۔
ہماری ایک مشکل یہ ہے کہ ہم اپنے گناہوں کو نہیں پہچانتے ہیں ؛ مثلا جس نے غیبت کرنے کی عادت بنالی ہے ،وہ متوجہ نہیں ہوتا ہے کہ وہ مسلسل ایک گناہ کو انجام دے رہا ہے۔ جس نے جھوٹ بولنے کی عادت بنا لی ہے ، اس کی توجہ نہیں ہے اور اس نے گناہ کے ساتھ انس پیدا کر لیا ہے۔ جس نے لوگوں کو اذیت کرنے کی عادت بنا لی ہے ۔ جس نے گوناگون شہوت پرستی کی عادت بنالی ہے ، گوناگون جنسی شہوتیں ، آنکھ کے ذریعے ، دوسرے مختلف راستوں سے ، وہ متوجہ نہیں ہے کہ ایسے گناہ اور مصیبت میں گرفتار ہے۔ جس نے عادت بنالی ہے ، بیت المال یا لوگوں کے اموال کو برباد کرنے کی ، وہ اس طرف متوجہ نہیں ہے کہ وہ کتنے بڑے گناہ کا مرتکب ہو رہا ہے۔
یعنی متوجہ نہیں ہے ؛ نہ یہ کہ وہ جانتا نہیں ہے ؛ یعنی غفلت انسان کے اندر ایک انس

کو وجود بخشتی ہے ، انسان گناہ کے ساتھ انس پیدا کر لیتا ہے ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ متوجہ نہیں ہے کہ اس نے کوئی گناہ کیا ہے یا گناہ کر رہا ہے ۔ جب متوجہ ہوتا ہے تو اسے اپنا گناہ اپنی نگاہ میں چھوٹا لگتا ہے ۔ انسان جس گناہ کے ساتھ مانوس ہو جاتا ہے ، وہ اسے چھوٹا نظر آتا ہے ؛ یہ خود ایک قسم کا گناہ ہے ؛ یعنی وہ گناہ جو کبیرہ گناہوں میں سے شمار ہوتا ہے ، یہ ہے کہ انسان اپنی امر الٰہی کی مخالفت اور معصیت کو حقیر سمجھے ؛ کہے کہ یہ گناہ تو کوئی چیز نہیں ہے ، میں اسے انجام دیتا ہوں ؛ یہ خود ایک گناہ ہے ۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ گناہ نہ کریں تو سب سے پہلے ہمیں اپنے آپ کو پہچاننا چاہیے اور یہ ہمارے اپنے ہی ذریعے سے ممکن ہے۔ دوسرے ہمارے گناہوں کو نہیں جانتے ہیں۔ ہمیں خود کو، اپنے کام میں دقت کرنی چاہیے، اپنے دن رات کے چال چلن میں غور و فکر کرنی چاہیے۔ ہر کوئی اپنے حساب سے گناہ کرتا ہے۔ ممکن ہے کہ بندہ کوئی ایسا گناہ کرے جو آپ سے نہ ہو سکے۔ ممکن ہے کہ آپ ایک گناہ کریں اور آپ کے دوسرے بھائی کے لیے اس گناہ کو انجام دینے کا کوئی راستہ نہ ہو۔ مشترک گناہوں کے علاوہ کہ غالباً ان میں تمام انسان نفسانی وسوسوں کی وجہ سے شامل ہیں، کچھ گناہ مخصوص ہیں۔ بعض دفعہ ایک شخص کا کم کام کرنا ایک گناہ ہے، کسی دوسرے آدمی کے لیے ایسا نہیں ہے۔ فرض کریں کوئی شخص اپنے لیے کام کرتا ہے، تجارت کرتا ہے، کاری گری کرتا ہے، اپنے لیے کرتا ہے۔ اگر چنانچہ وہ شخص تھوڑا کام کرتا ہے، اب ممکن ہے کہ معاشرے کی ضرورت کے اعتبار سے وہ بھی ایک گناہ ہو، لیکن بالآخر وہ ایک چھوٹا اور محدود گناہ ہے۔ اگر کوئی شخص معاشرے کے لیے کوئی حساس کام انجام دیتا ہے تو اس کا کم کام کرنا ناقابل جبران پہچانا جاتا ہے؛ یہ ایک گناہ کبیرہ ہے۔ ایک شخص کا کسی بہت بڑے مالی پروجیکٹ سے واسطہ ہے، اس کا مالی مسائل کی طرف توجہ نہ دینا گناہ ہے؛ اگر کسی دوسرے کو ایسے کام سے کوئی سروکار نہیں ہے تو اس کا مالی مسائل کی طرف توجہ نہ دینا اس قدر اہمیت نہیں رکھتا ہے۔ ایک شخص کا اخلاق، کردار، طریقہ کار ایک معاشرے کے لیے درس اور نمونہ عمل ہے، جیسے ہم عمامہ پوش ہیں کہ ہمارا عمل اور کردار عوام کی نگاہ میں ایک ملاک اور معیار کے طور پر پہچانا جاتا ہے، یا مثلاً وہ برادران

کہ جنھوں نے مقدس انقلابی لباس زیب تن کیا ہوا ہے۔

پس دیکھیں، اہم یہ ہے کہ ہم اپنے گناہوں کو پہچانیں۔ بعض اوقات ہم اپنے گناہوں کو نہیں پہچانتے۔ البتہ اَلْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ[۱] اگر ایک بھائی نے دوسرے بھائی کے گناہ دیکھے ہیں تو وہ اسے بتا سکتا ہے؛ البتہ آبروریزی اور اذیت کی صورت میں نہ ہو۔ اسے لطیف اور اچھے انداز میں سمجھائے اور متوجہ کرے، یہ بھی بہت اچھا ہے کہ اپنی اصلاح کر سکے۔

خلاصہ یہ ہے کہ تقوا اور پاکیزگی کو محفوظ کرنے کے لیے پہلا قدم ترکِ گناہ ہے۔ ہم کوشش کریں کہ گناہ کو ترک کریں اور اپنی حفاظت کریں کہ ہم گناہ انجام نہ دیں۔ آج ہمارا معاشرہ، ہمارا نظام پاکیزہ، قدرتمند اور با ہمت افراد کا محتاج ہے کہ جن کے دل معرفتِ الٰہی سے استوار و محکم اور سیراب ہیں۔گناہ نے ان کے حوصلوں میں کوئی تنزلزل اور رخنہ پیدا نہیں کیا ہے۔ ہمارا نظام اس طرح کے انسانوں کا محتاج ہے۔ ہمارے معاشرہ کو مومن اور ہشیار انسانوں کی ضرورت ہے۔

اگر ہم کر سکیں تو ایک نسل کو، اپنی نسل کو، اسی موجودہ نسل کو اسلامی اخلاق اور اسلامی تربیت کے زیر سایہ پروان چڑھائیں تو یقیناً ہماری اگلی نسلوں کی رفتار اور چال چلن اسی طرف اور اسی سمت ہوگا، دوسرے بھی ہم سے سیکھیں گے۔

خوب، میں اپنے عرائض کو ختم کروں۔ یہ ماہ مبارک رمضان بھی گزشتہ ماہ مبارک رمضان کی طرح ہماری لیے ایک فرصت اور توفیق تھا کہ یہاں پر ہم نے ہر روز ظہر کے وقت آپ پاکیزہ، مخلص، متقی اور مومن بھائی بہنوں کے ہمراہ نماز جماعت بر گزار کی ہے، باہم دعا پڑھی ہے اور باہم توجہ کی ہے۔ آپ میں سے پاکیزہ نفوس اور نیک افراد کہ جو یقیناً یہاں پر موجود ہیں، ہماری طرف متوجہ ہوئے، محبت دی، معنویت دی، ہمارے اجتماعی محیط کو لطیف معنوی محیط بنایا ، بہت با ارزش تھا، بہت اچھا تھا ہر روز ہم نے کسی ایک برادر گرامی کے بیانات سے استفادہ کیا، یہاں پر جو گفتگو ہوئی،

---

۱۱۔امیرالمومنینؑ، تحف العقول، ما روی عن امیرالمومنینؑ، وصیتہ علیہ السلام لکمیل بن زیاد: مومن، مومن کا آینہ ہے۔

وہ بہت اچھی گفتگو ہوتی رہی۔ اس سال چوں کہ موضوعات پہلے سے معین تھے اور آغایان بھی آمادہ تھے کہ کچھ مطالب بیان کریں، بہتر استفادہ ہوا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ان مطالب سے کسی اور طرح سے بھی استفادہ کیا جائے۔ واقعاً برادران و خواہران نے بہت زحمت کی ہے۔

میں ضروری سمجھتا ہوں کہ جن برادران نے یہاں پر زحمت کی ہے، نماز جمعہ تہران کی انتظامیہ کے برادران، اسی دوسرے برادران کے جن کا تعلق نماز جمعہ کمیٹی سے ہے اور انہوں نے چھت نصب کرنے اور ٹینٹ لگانے میں مدد کی۔ اسی طرح دفتر میں خدمت گار برادران، سپاہ کے برادران و خواہران کے جنھوں نے پورا مہینہ بہت زحمت اٹھائی، تعلقات عامہ کے برادران، اسی طرح تمام وہ افراد کہ جنھوں نے کسی نہ کسی حوالے سے مدد کی اور زحمت اٹھائی اور پورا مہینہ بڑے منظّم طریقے سے اس پروگرام کو چلایا، میں دل کی گہرائیوں سے ان تمام کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور امید ہے کہ ہم نے ان زحمتوں اور کوششوں سے کافی استفادہ کیا ہے۔

میں دعا کے حوالے سے ذکر مصائب کے عنوان سے ایک جملہ عرض کرتا ہوں۔ اگر آپ کبھی ہمارے محاذ جنگ پر گئے ہوں تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ وہاں پر حملہ کرنے کی راتوں یا حملہ کرنے کی راتوں کے نزدیک ہونے پر عجیب منظر تھا، کچھ مقدار ہم نے سنا اور کچھ دیکھا۔ انتہائی شوق انگیز منظر تھا۔ ہمارے یہ جوان، یہ مومن و مخلص برادران اور نورانی، پاکیزہ اور صاف دلوں کے مالک جب یہ احساس کرتے کہ خدا کے نزدیک ہو چکے ہیں اور ان کے لیے شہید ہونے کا امکان ہے، ان کے جوار الٰہی میں جانے کا امکان ہے تو کاروائی شروع کرنے سے پہلے راتوں میں ان پر عجیب کیفیت طاری ہوتی تھی۔ ان میں دعا، نماز، نماز تہجد، ذکر اور توجہ کی وجہ سے انتہائی قابل فخر جذبہ اور عشق و محبت نظر آتی تھی۔ انسان جب ان کے بعض وصیت ناموں کو پڑھتا ہے تو اسی چیز کا مشاہدہ کرتا ہے۔ میں نے کچھ دن قبل ان میں سے ایک وصیت نامہ پڑھا ہے۔ اس میں اس نے اپنے بارے میں کچھ نہیں لکھا، وہ اپنے دوستوں اور بھائیوں کی نماز تہجد کے بارے میں نقل کرتا ہے کہ ان راتوں میں کیسا جذبہ الٰہی ہے، کیسا راز و نیاز ہے، کیسا ولولہ

ہے ان مورچوں کہ اندر اور پشتہ بندوں (مٹی کے ٹیلوں) کے پیچھے!
یہ سب اس وجہ سے ہے کہ بالکل یہی صورت حال یاشاید اس سے کئی گنا بہتر، شب عاشور میں حضرت اباعبداللہ علیہ السلام کے اصحاب کے خیموں میں تھی۔ جن لوگوں ان واقعات کو تحریر کیا ہے، ان میں سے ایک سے نقل ہوا ہے کہ ایک رات جب میرا گزر حسین بن علی علیہما السلام کے خیام کے قریب سے ہوا تو میں نے دیکھا کہ ان تمام خیموں میں سے قرآن، نماز اور دعا کا زم زمہ اورآہستہ آہستہ آوازیں کانوں سے ٹکرا رہی تھی اور وہ تمام کے تمام ذکر و دعا میں مشغول ہیں۔واقعاً، اس سخت دن میں ایسی کیفیت اور پاکیزگی ضروری تھی۔ لیکن شامِ غریباں میں اگر کوئی وہاں سے گزرتا تو یقیناً اس کیفیت اور زمزمے کی کوئی خبر نہ تھی۔ واں پر صرف ایک نیم جلا خیمہ موجود تھا کہ جس میں حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کی بیٹیاں اور دوسرے چھوٹے چھوٹے بچے اکٹھے تھے، شاید ان کے زمزمے کی آوازیں آرہی ہوں، لیکن زیادہ احتمال یہ ہے کہ یہ زمزمہ بیشتر اپنے عزیزوں پر گریے کی ،زمزمے اور العطش کی فریاد۔۔۔
نَسْئَلُكَ اللّٰھُمَّ وَنَدْعُوكَ بِاسْمِكَ الْعَظِیمِ الْأَعْظَمِ الْأَعَزِّ الْأَجَلِّ الْأَكْرَمِ وَبِأَوْلِیاءِكَ وَبِالدَّمِ الْمَظْلُومِ یَا اللّٰہُ، یا اللّٰہُ، یا اللّٰہُ، یا اللّٰہُ، یا اللّٰہُ، یا اللّٰہ۔

پروردگارا! محمّد و آل محمّدؐ کے صدقے، اس ماہ مبارک کو ہم سب کے لیے اور ہماری ملت کے لیے مبارک کر۔

پروردگارا! اس ماہ میں تیرے بندوں سے جو خیرات و مبرات (نیکیاں) صادر ہوئی ہیں، اپنے اپنے فضل و کرم سے انھیں قبول فرما۔

پروردگارا! ہمیں بخشے بغیر اس ماہ سے خارج نہ کر۔

پروردگارا! محمّد وآل محمّد کے صدقے، اگر اس لمحے تک ہمیں اور ہمارے گناہوں کو نہیں بخشا تو یہ جو چند گھنٹے باقی ہیں، ان میں ہمارے گناہوں کو معاف کردے۔

پروردگارا! محمّد و آل محمّد کے صدقے؛ اس ماہ رمضان کو ہمارے لئے سرمایہ حسرت قرار نہ دے۔

پروردگارا! محمّد وآل محمّد کے صدقے، ہمارے مرحومین، ہمارے والدین اور ہمارے شہدا

کو اس مہینے میں فراوان اجر و ثواب نصیب فرما۔
پروردگارا! محمّد و آل محمّد کے صدقے، وہ دعائیں جو اس مہینے میں ہماری زبان اور تیرے بندوں کے گلے سے نکلی ہیں، خاص کر لیلۃ القدر کی دعائیں، ان سب کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرما۔
پروردگارا! محمّد و آل محمّد کے صدقے ، یقیناً ہمارے لوگوں نے پورا مہینہ، خاص کر شبہائے قدر میں ہمارے امام عزیز کی طول عمر، سلامتی، کامیابی اور سربلندی کے لیے دعائیں کی ہیں، ان دعاؤں کو مستجاب فرما۔ یقیناً ہمارے لوگوں نے اس سارے مہینے اور شبہائے قدر میں مجاہدین کی کام یابی، سلامتی و سربلندی کے ساتھ ان کی واپسی کے لیے دعائیں کی ہیں۔ پروردگارا! ان کی اِن دعاؤں کو مستجاب فرما۔
پروردگارا! محمّد و آل محمّد کے صدقے، شہدا کے خانوادوں کو صبر، سکون اور اجر عنایت فرما۔
پروردگارا! محمّد وآل محمّد کے صدقے، ساری دنیا میں اہل اسلام کی مشکلات اور مسلمانوں کی مشکلات کو اپنے لطف سے برطرف فرما۔
پروردگارا! محمّد و آل محمّد کے صدقے ، ہم تمھیں قسم دیتے ہیں کہ ہمیں ہماری ذمہ داریوں سے آگاہ فرما، ہمیں ان ذمہ داریوں میں کام یاب فرما اور انھیں انجام دینے میں ہماری مدد کر۔
پروردگارا! محمّد وآل محمّد کے صدقے، ہم تمھیں قسم دیتے ہیں کہ ہمیں ہمارے عیوب سے، گناہوں سے، خطاؤں سے اور غلطیوں سے آگاہ کر، ہمیں ان نقائص، غلطیوں اور کمزوریوں کو دور کرنے کی قدرت عطا فرما۔
پروردگارا! محمّد وآل محمّد کے صدقے، اپنے راستے میں ہماری مدد اور اعانت فرما۔
پروردگارا! محمّد وآل محمّد کے صدقے، قلب مقدس ولی عصر کو ہم سے راضی و خوشنود فرما، ہمارے اوپر ان کی بزرگوارانہ نظر اور لطف کو قرار دے۔
پروردگارا! محمّد وآل محمّد کے صدقے، ان کے ظہور اور فرج میں تعجیل فرما۔
بحق محمّد و آل محمّد اور خود آں حضرت کی حرمت کے صدقے میں ہمیں ان کی دوستوں،

خدمت کاروں، جانثاروں اور ان شہدا میں سے قرار دے جو ان کے سامنے ہوئے ہوں محمّد و آل محمّد کے صدقے۔

پروردگارا! محمّد و آل محمّد کے صدقے ، ہم نے جو کچھ کہا اور نجام دیا ہے، اسے اپنی کرامت سے قبول فرما۔

پروردگارا! محمّد و آل محمّد کے صدقے ہماری دعاؤں کو مستجاب فرما، ہمارے والدین کو بخش دے۔

رَحِمَ اللہُ مَنۡ قَرَءَ الفَاتِحَۃَ مَعَ الصَّلَوات۔

# علمی مقابلہ

قارئین کرام! مندرجہ ذیل سوالات آپ کے ہاتھوں میں موجود کتاب سے انتخاب کیے گئے ہیں۔ اس مقابلے میں شرکت کرنے کے خواہشمند افراد دیئے گئے تین طریقوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرکے اپنے جوابات بھیج سکتے ہیں:

۱۔ بذریعہ پوسٹ: ایران، مشہد مقدّس، حرم مطہر امام رضا علیہ السلام،

صحن جمہوری اسلامی، مدیریت زائرین غیر ایرانی، ص ب: ۳۱۳۱-۹۱۳۷۵

۲۔ بذریعہ ایمیل: iro@imamrezashrine.com

۳۔ بذریعہ ویب سائٹ: www.imamrezashrine.aqr.ir

۴۔ بذریعہ واٹس ایپ یا ٹیلیگرام: ۹۸-۹۲۶۸۸۸۸۷۳۹+

۵۔ بذریعہ ٹوئیٹر: @ImamRezaUR

## سوالات

۱۔حقیقت میں نقصان اٹھانے والا کون ہے؟

الف۔ جو شخص اپنا مال احسان کے ساتھ بخشتا ہے۔

ب ۔جو شخص معاشرے میں نیکی کا حکم نہیں دیتا اور برائی سے روکتا نہیں ہے۔

ج ۔ جو شخص ماہِ مبارکِ رمضان میں خدا کی رحمت سے محروم رہتا ہے۔

د ۔ جو شخص روزہ نہیں رکھتا ہے۔

۲۔دعائے کمیل میں وہ کون سے پانچ گناہ ذکر ہوئے ہیں کہ اگر ہم خدا سے ان کی معافی نہ مانگیں تو ہمیں عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا ؟

الف۔ ایسے گناہ جو غربت کا موجب بنتے ہیں ۔ایسے گناہ جو معاشرے کو تباہی کی طرف لے جاتے ہیں ۔ایسے گناہ جو آخرت میں عذاب کا سبب بنتے ہیں ۔ایسے گناہ جو نیکی کوبرباد کردیتے ہیں۔

ب ۔ایسے گناہ جو انسان کی پاک دامنی کونابود کر دیتے ہیں ۔ ایسے گناہ جو عذاب نازل ہونے کا سبب بنتے ہیں ۔ ایسے گناہ جو نعمتوں کو بدل دیتے ہیں ۔ ایسی گناہ جو مصیبتوں کو نازل کرتے ہیں۔ایسے گناہ جو دعا قبول نہ ہونے کا سبب بنتے ہیں ۔

ج ۔ایسے گناہ جو انسان کے مغرور ہونے کا سبب بنتے ہیں ۔ایسے گناہ جو انسان میں لالچ اور حرص کو پیدا کرتے ہیں ۔ایسے گناہ جو انسان کو متکبر بنا دیتے ہیں ۔

د ۔ ب اور ج درست ہے.

۳ ۔آیہ شریفہ ” اِنَّ اللہَ لَایُغَیِّرُ مابِقَومٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوا ما بِاَنفُسِہِم“ کو پیش نظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل عبارتوں میں سے کون سی عبارت درست ہے ؟

الف۔ ایک شخص گناہ کرتاہے اور اس کا مستقیم اثر خود اس کی ذات پر بھی ہوتا ہے؛ ایک ایسا گناہ ہے کہ جو صرف نفس پر ظلم ہے۔

ب ۔ایک شخص گناہ کرتا ہے ،اس کا مستقیم اثر لوگوں کو پہنچتا ہے؛یہ گناہ سنگین تر ہے، جیسے ظلم کرنا ، غصب کرنا،دوسروں کے حقوق پامال کرنا اور لوگوں کے عمومی حقوق ضائع کرنا؛یہ حکومتوں کاگناہ ہے ، سیاستدانوں کاگناہ ہے ،انتظامیہ کاگناہ ہے ۔

ج ۔اکثر ملتوں کے گناہ ہیں ، بعض اوقات ایک ملت کئی سالوں تک کسی گناہ کے مقابلے میں ، کسی ظلم کے مقابلے میں خاموش رہتی ہے،یہ وہی گناہ ہے جو کہ عظیم نعمتوں کو زائل اور ملتوں اور گروہوں پر بلاؤں کو مسلط کرتا ہے۔

د ۔ان کے گناہ کہ جن کا ایک کلمہ،جن کاایک دستخط ،جن کا کسی کو ایک عہدے سے معزول کرنا،جن کا کسی کو ایک عہدے پر مقرر کرنا،ممکن ہے کہ بعض خاندانوں یابعض دفعہ کسی ملت پر اثر انداز ہوں ۔

درست جواب کے مطابق مطلوبہ خالی خانے کو پُر کریں۔

| سوال نمبر | | الف | ب | ج | د |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | | | | | |
| ۲ | | | | | |
| ۳ | | | | | |